# بچھڑیں گے اب کیسے

سعدیہ عابد

سعدیہ عابد

## مکمل ناول

# بچھڑیں گے اب کیسے

وسیع و عریض بنگلے کے سامنے سفید کرولا رکی تھی اور شبیر ہمدانی مضبوط قدم اٹھاتا بنگلے میں داخل ہو گیا' اس کا رخ اوپر کے فلور پر بنے بیڈ روم کی جانب تھا' اندر داخل ہوتے ہی اس کی نگاہ بیڈ پر سوئے وجود پر پڑی تھی اور اسے غصے نے آ گھیرا تھا اسی لئے اس نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھا پانی سے بھرا جگ سوئے وجود پر انڈیل دیا تھا اور اس افتاد پر وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا تھا۔

''خدا کا خوف کر زجاج! دن کے ساڑھے چار بجے تک بھینس ماروں کی طرح پڑا سو رہا ہے''۔ شبیر ہمدانی نے اُسے شرمندہ کرنا چاہا مگر وہ شرمندہ ہونے والوں میں سے نہ تھا' اس نے بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے جمائی روکی تھی اور سر میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پھنسا کر پانی جھاڑتے ہوئے اسے گھورا تھا۔

''تجھے بھی ابھی مرنا تھا' کتنا حسین خواب دیکھ رہا تھا' ایک حسینہ مسکراتی نظروں سے میری جانب بڑھی تھی اور میں اُسے اپنی باہوں میں بھرنے کو تھا کہ تو ظالم ولن کی طرح بیچ میں آ گیا' اب نہ جانے وہ حسینہ پھر سے میرے خواب میں آئے گی بھی کہ نہیں''۔ وہ افسردہ لہجے میں کہتا شبیر کو تپا گیا تھا۔

''تو یہاں سے ایک منٹ ضائع کئے بناء اٹھ جا' تیری منحوس شکل دیکھ کر مجھے بھی نیند آنے لگی ہے''۔ اس نے زجاج کو کشن مارتے ہوئے ٹی وی آن کر لیا تھا۔

''ویسے...... تیری آمد کا سبب جان سکتا ہوں؟'' زجاج واش روم میں جاتے جاتے پلٹ کر پوچھ رہا تھا۔

''مجھے معلوم تھا تو بھول گیا ہوگا' دنیا بھر کے بھلکو آدمی...... آج میرا فائنل ہے''۔ اس نے باقاعدہ دانت پیسے تھے شبیر باسکٹ بال کا زبردست پلیئر تھا' زجاج فوراً واش روم میں گھس گیا تھا۔ زجاج لغاری شہر کے مشہور صنعت کار زمان لغاری کا اکلوتا بیٹا تھا' زمان لغاری کی دو بیٹیاں قرۃ العین اور نور العین تھیں۔ قرۃ العین' زجاج سے دو برس بڑی تھی اور جس کا نکاح اپنے ماموں زاد سے ہو گیا تھا جو امریکہ میں رہتا تھا' نور العین بی کام کی اسٹوڈنٹ تھی اور اس کی دو ماہ قبل اپنے خالہ زاد شبیر ہمدانی سے منگنی ہو گئی تھی۔ شبیر ہمدانی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا' زجاج اور شبیر نے لندن یونیورسٹی سے بزنس ایڈمنسٹریشن کی ڈگری لی ہوئی تھی شبیر بزنس میں باپ کا ہاتھ بٹانے کے ساتھ اپنے شوق کو بھی جاری رکھے ہوئے تھا' اس کے برعکس زجاج غیر ذمہ دار تھا' اس نے ابھی تک زمان لغاری کے فورس کرنے کے بعد بھی بزنس جوائن نہیں کیا' نت نئی پارٹیاں اور لڑکیوں سے دوستی اس کا مشغلہ تھا شبیر اور زجاج میں کافی فرق تھا مگر دونوں بچپن کے گہرے دوست اور کزن تھے۔

☆

''بابا جان! سدرہ اپنی شادی کی شاپنگ کرنے جا رہی ہے وہ ہم سے بھی ساتھ چلنے کو کہہ رہی تھی اگر آپ کہیں تو

ہم اس کے ساتھ چلے جائیں"۔ مایام باپ کے سامنے کھانا رکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"سدرہ بیٹی کو آپ نے منع کر دینا تھا بیٹا! آپ تو کبھی بازار نہیں گئیں' آپ کی شاپنگ تو میں ہی کرتا ہوں' شادی میں پہننے کے لئے کپڑے اور بھی کچھ منگوانا ہو تو بتا دینا' ہمیشہ کی طرح میں لا دوں گا"۔ حیدر علی رسان سے بولے تھے۔

"ہم نے سدرہ کو بہت منع کیا تھا مگر وہ ضد کرنے لگی تو ہم نے آپ سے پوچھ لیا ورنہ ہم بھی کون سا جانا چاہتے تھے"۔ وہ بہت سچائی سے کہہ رہی تھی اور جب وہ حیدر علی کے لئے چائے لے کر آئی تو انہوں نے اس کے ہاتھ میں پیسے تھما دیئے تھے۔

"آپ سدرہ بیٹی کے ساتھ چلی جانا' کبھی کبھی باہر نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ حیدر علی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے' وہ ایسے ہی بیٹھی تھی جب دیوار کے اوپر سے سدرہ نے اسے آواز لگائی تھی۔

"سدرہ! ہم نے تمہارے کہنے پر بابا جان سے اجازت تو لے لی مگر ہمیں بہت ڈر لگ رہا ہے' ہم تو کبھی تمہارے گھر اور اسکول کے علاوہ کہیں گئے ہی نہیں ہیں"۔ مایام فکر مندی سے کہہ رہی تھی۔

"میں تو تم سے ہمیشہ سے بولتی ہوں کہ باہر نکلا کرو' مگر تم ہی ہو جو اسی گھر کی ہو کر رہ گئی ہو' انٹر بھی پرائیویٹ کر لیا جبکہ میں نے کتنا کہا تھا کہ میرے ساتھ کالج میں ایڈمشن لے لو"۔ سدرہ نے تپ کر کہا تھا اور اُسے شام میں تیار رہ جانے کا کہتی نیچے اتر گئی تھی۔

مایام حیدر علی کی اکلوتی بیٹی تھی' وہ 9 سال کی تھی تو قدسیہ بیگم معمولی سے بخار کے بعد مالک حقیقی سے جا ملیں' حیدر علی نے دوسری شادی کرنے کے بجائے اپنی تمام تر توجہ اور محبت مایام کے لئے وقف کر دی' مایام نے گھر کے نزدیکی اسکول سے میٹرک کیا تھا اور انٹر پرائیویٹ ہی کر لیا تھا' اس کی ایک ہی دوست سدرہ تھی' جس کے گھر وہ جایا کرتی تھی گھر میں وہ صرف دو افراد تھے' زیادہ تر وہ اکیلی ہی ہوتی تھی اس لئے وہ کافی کم گو اور ڈرپوک سی تھی' کبھی سدرہ کے گھر جاتی اور اس کی کزنز وغیرہ آ جاتیں تو وہ گھبرا کر اپنے گھر آ جایا کرتی تھی۔

..........☆..........

"ہائے سوئٹی! سی یو اگین نیکسٹ ٹائم......" زجاج لغاری نے اس طرحدار حسینہ کو خود سے الگ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا اور اس کے جاتے ہی واپس اپنی سیٹ سنبھال لی تھی۔

"تو کیوں اتنے غصہ میں ہے؟" شبیر کے آگے سے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے زجاج نے پوچھا تھا۔

"زجاج! آخر کب تجھے عقل آئے گی' تو کیوں ان فضول سی لڑکیوں پر اپنا وقت اور پیسہ برباد کرتا ہے' ان لڑکیوں کا تو کام ہی تیرے جیسے کھاتڑ کے ساتھ گھومنا ہے"۔ وہ اپنے لئے کافی کا آرڈر دیتا تپ کر بولا تھا۔

"یار! تو کیوں فکر کرتا ہے' ان لڑکیوں کی میرے نزدیک بس اتنی ہی اہمیت ہے کہ ان کی زلفوں کے سائے میری شامیں حسین ہو جاتی ہیں اور جب یہ خود میرے گرد منڈلاتی رہتی ہیں تو میں کیوں کفران نعمت کروں"۔ زجاج چائے کے سپ لیتا عام سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"زجاج! کلی کلی منڈلانے والے بھنورے بننے کے بجائے اپنے کردار کو اتنا مضبوط بنا لو کہ کوئی بھی لڑکی تمہارے ساتھ پر فخر محسوس کرے' کیونکہ یار جیسے ایک مرد باحیا بیوی کی خواہش رکھتا ہے ویسے ہی ایک عورت بھی باکردار شوہر کی آرزو کرتی ہے اور تم ان لڑکیوں کے ساتھ وقت گزار کر خود ہی اپنے کردار کو مشکوک بنا رہے ہو اور......"

"چھوڑ بھئی' مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا کہ کوئی میرے بارے میں کیا سوچتا ہے"۔ زجاج اس کی بات کاٹ بے تکلفی سے بولا تھا اور بل پے کر کے وہ آگے پیچھے باہر نکل گئے تھے ان کا ارادہ ڈالمن مال جانے کا تھا۔



..........☆..........

"سدرہ! تمہیں جو لینا ہے پلیز جلدی لے کر گھر چلو' ہمیں کچھ اچھا نہیں لگ رہا' یوں محسوس ہو رہا ہے سب ہمیں ہی گھورے جا رہے ہیں"۔ مایام پھنسی پھنسی آواز میں بول رہی تھی اور کچھ فاصلے پر کھڑے زجاج لغاری نے مغلیہ طرز گفتگو پر چونک کر سر اٹھایا' وہ دو لڑکیاں سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی آپس میں بات کر رہی تھیں جس میں سے ایک لڑکی نے اسی چادر سے حجاب بھی کیا ہوا تھا' زجاج لغاری نے بہکی بہکی سیاہ آنکھوں کو ستائش بھری نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"زجاج یار! جلدی لے لے ایک ٹائی پسند کرنے میں تو نے گھنٹے لگا دیئے"۔ زجاج واپس ٹائی کی جانب متوجہ ہو گیا تھا اور 3 مختلف ٹائیاں پیک کروا کے وہ لوگ باہر نکل گئے تھے۔

"مایام! تم نے کچھ نہیں لینا' کچھ تو لے لو یار' ورنہ تمہارے بابا کیا کہیں گے کہ لائف میں فرسٹ ٹائم شاپنگ کرنے نکلیں بھی تو خالی ہاتھ ہی لوٹ آئیں"۔ سدرہ کے کہنے پر وہ سامنے نظر آتی بک شاپ میں داخل ہو گئی تھی' مایام نے ایک کتاب اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا اور اسی پل ایک مردانہ ہاتھ اس کے گلابی ہاتھ پر آ ٹھہرا تھا' مایام نے گھبرا کر اپنا گلابی ہاتھ کھینچ لیا تھا' زجاج لغاری یکدم شرمندہ ہو گیا تھا۔

"آئی ایم سوری......" اس نے کہتے ہوئے وہی کتاب اس کی جانب بڑھائی تھی جسے نفی میں سر ہلا کر لینے سے انکار کرتی وہ آگے بڑھ گئی تھی مگر اس کی چادر پر دباؤ سا پڑا تھا اور اس کے قدم رُک گئے تھے مگر اس کے قدم تھمنے میں اتنی دیر لگی تھی کہ وہ بے نقاب ہو گئی تھی' زجاج لغاری اس کی سیاہ چادر کے پلو پر مضبوطی سے قدم جمائے اس کے ملکوتی حسن کو یک ٹک دیکھ رہا تھا' گلابی چہرہ خفت کے مارے سرخ ہو گیا تھا' ماتھے پر چمکتی پسینے کی ننھی ننھی بوندیں' لرزتے سرخی مائل ہونٹ اور قدرے فاصلے پر چمکتا قاتل تل' ناک میں لشکارے مارتی لونگ' سیاہ نین جن سے گرتے موتی ٹپ ٹپ گالوں پر لڑھکتے جا رہے تھے' زجاج لغاری تو اس قدر قاتل حسن کو دیکھ کر اپنی سدھ بدھ ہی کھو بیٹھا تھا' یوں لگتا تھا کہ کوئی ہرنی اپنے قافلے سے بچھڑ کر انجان لوگوں میں آ پھنسی ہو۔ مایام نے لرزتے ہاتھوں سے چادر کا حصار ایک بار پھر اپنے چہرے کے گرد باندھا تھا' شبیر نے آگے بڑھ کر ساکت کھڑے زجاج لغاری کو اس کی غلطی کا احساس دلایا تھا اور وہ شرمندہ ہو کر قدم ہٹا گیا تھا۔

"شبیر! تجھے لگتا ہے کہ میں نے وہ سب جان کر کیا تھا' یار میں اب اتنا بھی گھٹیا انسان نہیں ہوں' مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا کہ میں نے کب اس کی چادر پر پاؤں رکھ دیا"۔ زجاج لغاری اس کی سوچ جان کر تاسف سے بولا تھا۔

"یار! میں یہ نہیں کہہ رہا کہ تو نے وہ سب جان کر کیا تھا' میں تو بس اتنا کہہ رہا تھا کہ ایسا ہونا نہیں چاہیئے تھا' وہ تو پہلے ہی کتنی ڈری ڈری سی تھی اور بعد میں تو خفت کے مارے وہ نگاہیں اٹھا ہی نہیں پا رہی تھی"۔ شبیر کو بہت ملال سا تھا جبکہ وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"ویسے شبیر! وہ پردہ کر کے ٹھیک ہی کرتی ہے' پردہ کھلتے ہی کیسے وہاں موجود ہر آنکھ ساکت ہو گئی تھی اور میں تو جیسے اس کے حسن کا اسیر ہی ہو گیا ہوں"۔ زجاج لغاری بیتے لمحوں کو یاد کر کے مسکرایا تھا' اس نے حسن تو بہت دیکھا تھا مگر اتنا معصوم اور شفاف حسن اس کی آنکھ نے پہلی بار دیکھا تھا۔

..........☆..........

"زجاج! تمہارا سیٹھ اکرم کی بیٹی غانیہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟" زمان لغاری ناشتہ کرتے ہوئے زجاج لغاری سے پوچھ رہے تھے۔

"اوں ہوں...... اچھی لڑکی ہے' مگر آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں"۔ نیپکن سے ہاتھ اور منہ صاف کرتے

ہوئے باپ کو دیکھا تھا' وہ آج خلاف توقع ایک ساتھ بیٹھے تھے یہ اور بات تھی کہ باقی سب لنچ کر رہے تھے جبکہ اس نے ابھی سو کر اٹھنے کی وجہ سے بریڈ اور جوس وغیرہ لیا تھا۔

''ہم غانیہ کو اپنی بہو بنانا چاہتے ہیں''۔

''واٹ...... آئی ایم سوری مام! میں غانیہ سے شادی نہیں کر سکتا''۔ وہ بہت درشتی سے بولا تھا۔

''بٹ وائے؟ غانیہ بہت اچھی لڑکی ہے' اپنے باپ کی کروڑوں کی جائیداد کی اکلوتی وارث ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری شادی غانیہ سے ہو جائے' میں نے تو اکرم سے بات بھی کر لی ہے اُسے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے اور چند دنوں میں انگیج منٹ کی ڈیٹ بھی فائنل ہو جائے گی''۔ زمان لغاری سنجیدگی سے کہتے اُسے غصہ دلا گئے تھے۔

''آپ...... جب سب فائنل کر ہی چکے ہیں تو اس سب فارمیلٹی کی بھی کیا ضرورت تھی اور آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ آپ جس لڑکی سے چاہیں گے میری شادی کر دیں گے' یہ تو سوچا ہوتا ڈیڈ کہ جس شخص نے آج تک ٹائی کسی کی پسند کی نہیں لگائی وہ کسی اور کی پسند کی لڑکی سے شادی کرے گا' نو ڈیڈ میں شادی صرف اپنی مرضی و پسند سے کروں گا اور غانیہ ہرگز بھی میری پسند نہیں ہے''۔ زجاج لغاری کا انداز و لہجہ بہت جارحانہ تھا' وہ کرسی کو لات رسید کرتا گھر سے ہی نکل گیا تھا۔

''ڈیڈی نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے' میرے لئے وہ پرکٹی ماڈرن غانیہ اکرم ہی رہ گئی تھی' جو اپنے بزنس کو بڑھانے کے لئے میری شادی اس سے کرنا چاہتے ہیں''۔ وہ بہت غصے میں شمیر سے کہہ رہا تھا۔

''کل تک تو میرے یار! غانیہ خوبصورت......''

''اس کی خوبصورتی سے انکار نہیں ہے اور دنیا میں کتنی ہی عورتیں حسین ہیں تو اس کا مطلب میں سب سے شادی کر لوں گا''۔ وہ چڑ کر بولا چھوڑ رہا تھا۔

''بیٹھ تو جا...... کہاں جا رہا ہے''۔ شمیر اُسے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اسے اٹھتے دیکھ کر چپ کر گیا تھا اور وہ بہت غصے میں اس کے آفس سے نکلا تھا شمیر اس کے پیچھے ہی سب کام چھوڑ کر بھاگا تھا۔

''اسپیڈ کم کر زجاج! میرا ابھی اوپر جانے کا کوئی پروگرام نہیں ہے''۔ زجاج نے اسپیڈ کم کرنے کی بجائے اور بڑھا دی تھی اور جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ ایک آدمی اس کی گاڑی کے سامنے آ گیا تھا' گاڑی کو اس نے فوراً بریک لگائی تھی مگر اتنی دیر ضرور لگی تھی کہ وہ آدمی گاڑی سے ٹکرا گیا تھا شمیر اُسے غصے سے گھورتا فرنٹ ڈور کھول کر باہر نکلا تھا۔

''پلیز...... آ جایئے انکل! غلطی ہماری ہے' اس لیئے ہم آپ کو ڈراپ کر دیں گے''۔ وہ انکار کرتے کرتے گاڑی میں بیٹھ گئے تھے' (ان کے ماتھے اور ہاتھ سے خون نکل رہا تھا) زجاج تو ایک دم غصے میں آ گیا تھا۔

''زجاج! غلطی تیری تھی اور یہ اس حالت میں کیسے گھر جاتے' ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم ان کی ٹریٹمنٹ کروائیں''۔ شمیر نے آہستگی سے پیچھے بیٹھے بزرگ کی موجودگی کا اسے احساس دلانا چاہا تھا مگر اس کے ماتھے کی شکنوں میں اضافہ ہو گیا تھا جس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شمیر نے قریبی ہاسپٹل سے ان کی بینڈیج کروائی تھی اور اب ان کا ایڈریس پوچھنے لگا تھا۔

''آپ دونوں نے جتنا مجھ انجان شخص کے لئے تردد کیا' آج کل کے زمانے میں کوئی نہیں کرتا''۔ وہ نرمی سے کہتے انہیں چائے کی آفر دینے لگے تھے۔

''ان گندی گلیوں میں آنا ہی میری توہین ہے اور تو چل رہا ہے یا اب تیرا ارادہ تو نے چھوٹے کپ میں چائے پینے کا ہے''۔ زجاج لغاری کے نخوت سے کہنے پر ان کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا تھا شمیر نے اس پر ایک ملامت بھری نگاہ ڈالی تھی اور چائے کی آفر قبول کر لی تھی زجاج نے بہت غصے میں گاڑی بیک کی تھی مگر برا ہو قسمت کا کہ



پنکچر ہو گیا۔ اسے گاڑی سے نکلتے دیکھ کر شمیر کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی اور اب مجبوراً وہ گلابی پردے والے پرانے سے گھر کے سامنے کھڑا ان دونوں کے ساتھ دروازہ کھل جانے کا منتظر تھا۔

ملایام نے مخصوص دستک پر دروازہ کھول دیا تھا مگر باپ کے ساتھ موجود دو اجنبی چہرے اسے پلٹنے پر مجبور کر گئے تھے۔

''مجھے کچھ نہیں ہوا بیٹا! مہمانوں کے لئے چائے پانی کا انتظام کرو''۔ وہ حیدر علی کے ماتھے پر لگی بینڈیج دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی زجاج سیاہ نینوں سے نکلنے کو بے تاب آنسو دیکھ کر رہ گیا۔

''اپنی نگاہ کو قابو میں رکھو''۔ شمیر اس کے کان کے نزدیک نہایت آہستگی سے بولا تھا اور وہ دونوں حیدر علی کے کہنے پر صحن میں رکھی دو چارپائیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئے تھے اور زجاج نے محض اسے مخاطب کرنے کے لئے پانی مانگا تھا مگر وہ پلٹے بنا کچن میں گئی تھی اور کانچ کے گلاس کے ہمراہ لوٹی تھی' خالی گلاس صحن میں رکھے مٹکے میں سے بھرا تھا اور جھجکتے ہوئے پانی اسے دے دیا تھا' ٹرے میں سے گلاس اٹھاتے ہوئے اس کی نگاہ نے گلابی ہاتھ کے انگوٹھے پر موجود سیاہ تل کو چھوا تھا اور گلاس اسے واپس دیتے ہوئے اس کے گلابی چہرے اور لرزتی پلکوں کو دیکھا تھا اور اس کی بے باک نگاہیں اس کی ہتھیلیاں نم کر گئیں' ٹرے اس کے ہاتھ سے چھوٹی اور گلاس چکنا چور ہو گیا اور وہ حیدر علی کے کہنے پر کچن میں چلی گئی۔ زجاج لغاری کہاں تو آنا ہی نہیں چاہ رہا تھا اور اب حیرت سے بیٹھا حیدر علی سے اپنے مزاج کے برعکس خوش اخلاقی سے باتیں کرنے میں مشغول تھا' دوسری گاڑی ڈرائیور لے کر آ گیا تھا اور اسے اٹھتے نہ دیکھ کر شمیر نے اجازت طلب کی تھی اور وہ دوبارہ آنے کا ارادہ باندھتا حیدر علی سے مصافحہ کر کے باہر نکل گیا تھا' خود بخود اس کا موڈ خوشگوار ہو گیا تھا۔

☆..........☆..........

''ملایام! ابھی سے کہاں جا رہی ہے یار! ابھی تو کتنی ساری رسمیں باقی ہیں''۔ پیلے جوڑے میں سادگی سے تیار سدرہ نے اسے روکنا چاہا تھا۔

''تم تو جانتی ہو سدرہ! ہمیں شور شرابا پسند نہیں ہے اور اتنے سارے لوگوں میں ہمیں گھبراہٹ ہوتی ہے' ہم صبح آ جائیں گے''۔ وہ معصومیت سے بول رہی تھی اور سدرہ خاموش ہو گئی تھی۔

''بھابی! یہ خوبصورت سی لڑکی کون ہے؟'' سدرہ کی بڑی نند اشتیاق سے ملایام کے بارے میں پوچھ رہی تھی اور سدرہ اسے ملایام کے بارے میں بتانے لگی تھی جبکہ وہ سدرہ کی چھوٹی بہن کے ساتھ باہر نکل گئی تھی' سدرہ بس دو بہنیں ہی تھیں ان کا کوئی بھائی نہیں تھا' ملایام نے پردہ ہٹایا تھا اور دروازے پر ہاتھ رکھا تھا اور کھلا ہونے کی وجہ سے وہ اندر آ گئی تھی۔

''اتنی دیر سے دروازہ کھلا ہوا تھا' بابا جان بند کرنا بھول گئے ہوں گے''۔ کنڈی لگاتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔

''بابا جان! ہم آ گئے ہیں''۔ وہ حیدر علی کے روم میں داخل ہوتے ہوئے بولی تھی مگر وہاں موجود شخص کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی تھی۔

''سنیئے!'' وہ جیسے ہی واپس پلٹی زجاج لغاری پکارا تھا۔

''میں اس دن کے لئے آپ سے بہت شرمندہ ہوں''۔ زجاج لغاری پیلے اور سبز چنری کے سوٹ میں کانوں میں ننھے ننھے آویزے پہنے' بالوں میں پراندہ ڈالے دھلے ہوئے چہرے اور آنکھوں کو موٹی سی کاجل کی دھار سے سجائے' سادگی میں بھی اپسراؤں کو مات دیتی ملایام کو بغور دیکھ رہا تھا' ملایام کوئی جواب دیئے بنا وہ باہر نکل گئی تھی۔

''ملایام بیٹا! آپ اتنی جلدی آ گئیں؟'' کچن سے نکلتے ہوئے حیدر علی نے کمرے کے باہر کھڑی ملایام سے پوچھا تھا۔

''جی بابا جان! وہاں بہت لوگ تھے' ہمیں گھبراہٹ ہو رہی تھی''۔ وہ ہلکے سے اس کی بات پر مسکرا دیئے تھے۔

"شادی بیاہ میں تو لوگ ہوتے ہی ہیں' خیر چھوڑو پتیلی میں چائے ہے پینی ہو تو نکال لو میں اپنے کمرے میں ہوں' مہمان آئے ہوئے ہیں"۔ حیدر علی اسے کہتے اپنے روم میں چلے گئے' اس نے پہلے اپنے لئے چائے نکالی پھر کمرے میں آ گئی' کپڑے چینج کیے اور منہ دھو کر بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی' چائے پیتے ہوئے اس کی ذہنی رو بھٹک کر بابا جان کے روم میں موجود شخص پر چلی گئی تھی۔

"بابا جان پہلے تو کبھی کسی کو گھر نہیں لائے' اس دن تو ہم نے سوچا تھا کہ وہ صرف بابا کو چھوڑنے آئے ہیں مگر آج یہ کیوں آئے ہیں؟ ہمیں تو یہ بالکل اچھے نہیں لگے' اس دن صرف ان کی وجہ سے ہمیں کتنی شرمندگی اٹھانا پڑی تھی اور دیکھتے کیسے ہیں جیسے نظروں ہی نظروں میں نگل جائیں گے"۔ وہ پریشانی سے کمرے میں ٹہلنے لگی تھی۔

"کہیں یہ ہمارا پیچھا کرتے ہوئے تو ہمارے گھر تک نہیں آ گئے"۔ وہ یکدم چونکی تھی۔

"نہیں نہیں...... ایسا کیسے ہو سکتا ہے"۔ اس نے خود ہی اپنے خیال کو رد کیا تھا۔

"ہم بابا جان سے کہیں گے کہ وہ انہیں اپنے گھر نہ آنے دیں' مگر ہم کیا کہیں گے' بابا جان پوچھیں گے تو یہی کہ ہم کیوں منع کر رہے ہیں' ہم بابا جان سے کچھ نہیں کہیں گے' ہمیں معلوم ہے بابا خود ہی انہیں منع کر دیں گے' ابھی ہو سکتا ہے وہ مروت میں کچھ نہ کہہ سکے ہوں"۔ اس نے سو فیصد درست اندازہ لگایا تھا کیونکہ حیدر علی' زجاج اور شمیر کو آج دیکھ کر حیران ہو گئے تھے اور وہ گھر آئے مہمان کو واپس تو لوٹا نہیں سکتے تھے۔

............☆............

"شمیر! تیری فضول سی ہمدردیوں میں آخری دفعہ میں نے تیرا ساتھ دیا ہے' اچھا بھلا موڈ دیکھنے جا رہے تھے مگر دیکھ کیا رہے ہیں بڈھی بڈھی مفلس زدہ نرسیں' لے کر گندے سے ہاسپٹل میں پھنسا دیا' تجھے اور کوئی ہاسپٹل نہیں ملا تھا"۔ زجاج لغاری سخت غصے میں تھا وہ جلد از جلد اس ماحول سے نکل جانا چاہتا تھا۔

"ہم کسی اچھے ہاسپٹل کے چکر میں بچے کی جان خطرے میں نہیں ڈال سکتے تھے"۔ وہ دونوں سینما جا رہے تھے' ڈرائیو شمیر کر رہا تھا اور سڑک پر زخمی بچے کو دیکھ کر اس نے گاڑی روک دی تھی اور اس جگہ سے 5 منٹ کی ڈرائیو پر موجود گورنمنٹ ہاسپٹل لے آیا تھا اور زجاج ہر بار کی طرح اس کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گیا تھا' بچپن سے ان کے ساتھ ایسا ہی ہوتا آ رہا تھا' بعض کام زجاج صرف شمیر کی خاطر اپنی مرضی کے خلاف کر گزرتا تھا اور یہی حال شمیر کا بھی تھا۔

"میری ان ہمدردیوں کی وجہ سے تجھے دعائیں مل جاتی ہیں اور بھول گیا میری ہمدردی ہی تجھے مغلیہ شہزادی کے گھر لے گئی تھی' ورنہ تو فضول میں ڈالمن کے چکر لگا تا رہتا یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ وہاں نہیں آئے گی"۔ شمیر کے کہنے پر وہ کھسیانی ہنسی ہنس دیا تھا کیونکہ اس نے شمیر کو بتائے بغیر ڈالمن کے چکر لگائے تھے مگر وہ جان گیا تھا۔

"میرے یار! وہ صرف اتفاق تھا اور ایسے اتفاقات بار بار نہیں...... اکثر ہو جاتے ہیں"۔ زجاج لغاری کے پینترا بدلنے پر شمیر نے اسے دیکھا تھا اور اس کی نگاہ کے تعاقب میں دیکھنے پر ریسپشن پر کھڑی ماہام حیدر اسے بھی زجاج کی طرح ٹھٹکا گئی تھی۔

"بی بی! جب فیس ادا نہیں کر سکتی تھیں تو ... خیراتی اسپتال میں چلے جانا تھا"۔ وہ عورت حقارت سے پُر لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"سرکاری اسپتال میں آپ لوگ کس با... کی فیس طلب کر رہے ہیں"۔ بتول بانو نے پوچھا تھا۔

"پلیز...... ہماری چین رکھ لیں' ہمار... اتنی بڑی رقم نہیں ہے' اگر ہمارے بابا جان کو کچھ ہو گیا تو...... ہم بھی جی نہیں پائیں گے"۔ ماہام نے رو... تے ہو... ئے گلے میں سے اپنی ماں کی اکلوتی نشانی وہ سونے کی چین ریسپشن پر



کھڑی عورت کو دی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ عورت اُسے لیتی زجاج لغاری نے وہ چین اُچک لی تھی۔

"واٹ ہیپن......؟" زجاج سوالیہ نگاہوں سے ماہام حیدر کو دیکھ رہا تھا۔

"بابا جان آفس میں سیڑھیوں پر سے گر گئے تھے' ان کو بہت چوٹیں آئی ہیں اور یہ لوگ اُن کا علاج نہیں کر رہے' انہیں بہت سارے......" رونے کی وجہ سے بات ادھوری رہ گئی تھی' زجاج لغاری نے اپنا ATM کارڈ کاؤنٹر پر رکھا تھا اور وہ عورت ولدیت کے خانے میں موجود زمان لغاری کا نام پڑھتے ہی مودب بن گئی تھی۔

"آپ پریشان نہ ہوں آپ کے بابا کو کچھ نہیں ہو گا"۔ زجاج لغاری آہستگی سے بولا تھا' ماہام نے نم پلکیں اٹھا کر ایک تشکر بھری نگاہ اُس پر ڈال کر پلکوں کی جھالر گرا دی تھی' جبکہ زجاج لغاری سیاہ آنکھوں میں ناچتی نمی دیکھ کر رہ گیا' اس وقت اس کے دل میں چپکے سے ایک خواہش جاگی تھی کہ وہ ان موتیوں کو اپنی پوروں پر چن لے مگر وہ ایسا صرف سوچ کر ہی رہ گیا تھا۔

"ماہام! تم اس لڑکے کو جانتی ہو؟" بتول بانو (سدرہ کی ماں) کے پوچھنے پر وہ گڑبڑا گئی تھی۔

"حیدر انکل میرے ڈیڈی کے بہت اچھے دوست ہیں"۔ زجاج نے فوراً جھوٹ کا سہارا لیا تھا اور وہ لوگ I.C.U کی جانب بڑھ گئے تھے۔

"مریض کی حالت بہت نازک ہے آپ لوگ چاہیں تو ان سے مل سکتے ہیں' ان کے پاس وقت بہت کم ہے"۔ ڈاکٹر پیشہ ورانہ انداز میں کہتا رکا نہیں تھا' ماہام روتی ہوئی ایک منٹ ضائع کیے بنا I.C.U میں داخل ہوئی تھی' حیدر علی پٹیوں میں جکڑے بستر پر پڑے تھے' وہ ان کے سرہانے کھڑی ہو گئی تھی۔

"بابا......" اس سے کچھ کہا ہی نہیں جا رہا تھا۔

"بتول بہن! میرے بعد...... میری معصوم بچی...... کا خیال...... رکھیئے گا"۔ وہ اکھڑتی سانسوں کے درمیان نحیف سی آواز میں بولے تھے اور وہ تڑپ اٹھی تھی۔

"بابا جان! ایسی بات نہ کریں' آپ کو کچھ نہیں ہو گا"۔ وہ باپ کا ہاتھ تھامے بُری طرح رو رہی تھی اور یہ کچھ فاصلے پر کھڑے زجاج لغاری سے برداشت نہیں ہوا تھا۔ ضبط کی کڑی منزلوں سے گزرتا وہ حیدر علی کی بائیں جانب آ کھڑا ہوا تھا اور اس کی کہی بات کمرے میں موجود لوگوں پر کسی بم کی طرح گری تھی۔

"انکل...... اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں اسی وقت نکاح کے لئے تیار ہوں"۔ شمیر نے اسے ایسے دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔ ماہام بھی ساکت رہ گئی تھی' وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ حیدر علی کی سانس اکھڑنے لگی تھی اور اس نے باپ کا ہاتھ تھام لیا تھا اور ڈاکٹر کو آوازیں دینے لگی تھی۔

"بھائی صاحب! سوچیئے مت...... یہ آپ کے دوست کا بیٹا یقیناً ماہام بیٹی کو خوش رکھے گا"۔ بتول بانو ان کی حالت دیکھ کر جلدی سے بولی تھیں۔

"بابا جان! آپ کو کچھ نہیں ہو گا' آپ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے اور آپ کے ہوتے ہمیں کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے"۔ ماہام باپ کے چہرے پر روتے ہوئے ہاتھ پھیر رہی تھی اور ان کا کانپتا ہوا ہاتھ بیٹی کے سر پر ٹھہر گیا تھا۔

"بیٹا! تم نے مرتے ہوئے باپ سے جو عہد کیا ہے اُسے کبھی مت توڑنا' میری بیٹی بہت معصوم ہے اس کا خیال رکھنا"۔ حیدر صاحب نے بیٹی کا ہاتھ زجاج لغاری کے ہاتھ میں دیا تھا اور زندگی ساکت ہو گئی تھی۔

"زجاج! تم نے آناً فاناً نکاح تو کر لیا مگر آگے سوچا ہے کیا کرنا ہے' انکل حقیقت جان کر ایک طوفان برپا کر دیں گے"۔ قبرستان سے واپسی پر شمیر خاموشی سے کچھ سوچتے زجاج لغاری سے بولا تھا۔

"تو جانتا ہے...... مجھے میرے ارادوں سے کوئی طوفان نہیں روک سکتا اور میں نے کچھ غلط نہیں کیا' میں تو کبھی غلط کر کے نہیں پچھتایا تو میرا یہ اقدام تو سرے سے غلط ہے ہی نہیں اور جب میں نے کچھ غلط نہیں کیا تو میں کیوں کسی سے ڈرتا پھروں' مایام! اب میری بیوی ہے اور اسے میں آج ہی "لغاری ہاؤس" لے جاؤں گا"۔ زجاج لغاری بہت اٹل لہجے میں بولا تھا۔

"اتنی جلد بازی مت کر زجاج! پہلے آنٹی اور انکل کو بتا دے' اس کے بعد ہی تو اسے لے جانے کی بات کرنا' تو اچانک لے کر جائے گا تو بات سنبھالنی مشکل ہو جائے گی"۔ شہیر نے سمجھانا چاہا تھا۔

"تیری بات میں چاہ کر بھی نہیں مان سکتا کیونکہ میں اُسے بات سنبھالنے تک آخر کہاں چھوڑوں گا"۔ زجاج لغاری نے اس سے پوچھا تھا۔

............☆............

"دیکھو بیٹا! وہ تمہاری بیوی ہے' میں تمہیں ساتھ لے جانے سے نہیں روکوں گی' مگر میں چاہتی تھی حیدر بھائی صاحب کا سوئم تو کم از کم ہو جائے' اس کے بعد میں خود مایام بیٹی کو اپنے گھر سے رخصت کروں گی' ابھی تو وہ باپ کی موت سے ہی نڈھال ہے' ایسے میں وہ نئے رشتے اور نئی جگہ کیسے رہ پائے گی"۔ شہیر نے اس کے کہنے پر مایام کو ساتھ لے جانے کی بات کی تھی' جس پر بتول بانو نے وقت کی نزاکت کا احساس دلانا چاہا تھا مگر زجاج لغاری کسی کی بھی نہیں سن رہا تھا' اب وہ ایک پل کے لئے بھی مایام کو اجنبی لوگوں میں رہنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ جبکہ مایام یہ سنتے ہی پھر سے رونے لگی تھی' وہ پچھلے سات آٹھ گھنٹوں سے مستقل روئے جا رہی تھی' اب تو اس کی آنکھیں بھی سوجھ گئی تھیں' بتول بانو نے مایام کے انکار کا بتایا تھا اور وہ اشتعال میں آ گیا تھا مگر شہیر اُسے زبردستی باہر لے گیا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تجھے زجاج! پاگل ہو گیا ہے کیا؟ تو اس لڑکی کے غم کا اندازہ کر ہی نہیں سکتا' اس نے اپنا باپ کھویا ہے اور تجھ سے نکاح بھی یقیناً مرتے ہوئے باپ کو خوشی دینے کے لئے کیا ہو گا' اسے اس سب کے لئے کچھ وقت درکار ہو گا اور تو ہے کہ ہتھیلی پر سرسوں جمانا چاہتا ہے' دیکھا ابھی ہم گھر چلتے ہیں"۔ شہیر کے سمجھانے کا خاطر خواہ اثر ہوا تھا اور وہ لوگ چلے گئے تھے۔

............☆............

"زجاج! یہ حیدر علی کون ہے' جس کے علاج کے لئے پیسہ تم نے پانی کی طرح بہایا ہے' باپ کی دن رات کی محنت سے جوڑا ہوا پیسہ تم یوں غیروں پر لٹاتے پھر رہے ہو' آخر کب تمہیں عقل آئے گی"۔ زمان لغاری اور عمارہ لغاری چار دن بعد کویت سے لوٹے تھے اور آتے ہی انہیں زجاج کی ایکٹیویٹیز کے بارے میں پتا چل گیا تھا اور وہ کب سے اس کا انتظار کر رہے تھے جیسے ہی وہ باہر سے آیا وہ شروع ہو گئے۔

"ڈیڈ! جو پیسہ خرچ ہونا تھا وہ تو ہو گیا' اب واویلا کرنے سے واپس نہیں آ جائے گا' اس لئے کول ڈاؤن"۔ زجاج لغاری نے بات چٹکیوں میں اُڑا دی تھی۔

"زجاج! تم ہو کن چکروں میں...... اور عانیہ......"

"پلیز...... ممی! میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ مجھے عانیہ سے شادی نہیں کرنی اور میں اپنے لئے لڑکی کا انتخاب کر چکا ہوں' بہت جلد آپ لوگوں سے ملوا دوں گا"۔ اس نے بہت بڑی بات عام سے لہجے میں کہہ دی تھی۔

"تمہاری شادی صرف عانیہ سے ہو گی"۔ زمان لغاری کہہ کر رُکے نہیں تھے۔

"دیکھا تم نے شہیر! اسی لئے میں صرف بات نہیں کرنا چاہتا تھا اور میں نے سوچ لیا ہے صبح ہی مایام کو ڈیڈی اور ممی



کے سامنے لا کھڑا کروں گا' ایک بار ہی فیصلہ ہو جائے تو اچھا ہے' روز روز مجھے پنچایت بٹھانے کا کوئی شوق نہیں ہے"۔ وہ اپنا سارا غصہ شہیر پر نکال کر اپنے روم میں چلا گیا۔

............☆............

"بیٹا! تمہارے پیرنٹس نہیں آئے' کم از کم آج تو آ جاتے' تمہارے والد تو دوست کی موت کا سن کر بھی نہ آئے"۔ بتول بانو کہے بنا رہ نہیں سکی تھیں۔

"آنٹی! زجاج کے پیرنٹس پاکستان میں نہیں ہیں ورنہ وہ ضرور آتے"۔ شہیر نے جھوٹ کا سہارا لیا تھا اور جبھی مایام کو سدرہ لے کر آ گئی تھی۔ وہ دونوں کھڑے ہو گئے تھے' مایام بتول بانو کے سینے سے لگی روئی تو روتی چلی گئی' سدرہ نے اُسے بہت مشکل سے سنبھالا تھا جبکہ وہ دونوں تو بس ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے تھے' مایام بتول بانو کی دعاؤں کے حصار میں بہت حسرت سے اپنے گھر کے در و دیوار کو دیکھتی روتے ہوئے دہلیز پار کر گئی تھی اور گاڑی میں بھی اس کا رونا بدستور جاری تھا' دو چار بار زجاج لغاری نے آہستگی سے اسے چپ ہونے کا کہا تھا مگر اس نے جیسے سنا ہی نہیں تھا۔

"اسٹاپ کرائنگ...... اگر تم نے ایک منٹ میں رونا بند نہیں کیا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا"۔ زجاج لغاری پچھلی سیٹ پر گلابی کاٹن کے سوٹ میں سوں سوں کرتی مایام سے نہایت درشتی سے بولا تھا اور وہ کانپ کر رہ گئی تھی' رونے میں کمی کیا آتی وہ تو اور زور و شور سے رونے لگی تھی۔

"آر یو میڈ زجاج! یہ چپ کرانے کا کون سا طریقہ ہے"۔ ڈرائیونگ کرتا شہیر دبے دبے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"مجھے نسوے بہاتی لڑکیاں...... ایک آنکھ نہیں بھاتیں' اور یار کیا یہ دو دو گھنٹے روتی نہیں ہے' میں تو اتنی سی دیر میں ہی اس ڈرامے سے اُکتا گیا ہوں"۔ وہ کافی بے زاری سے بول رہا تھا مگر خلاف توقع اس نے آواز نیچی رکھی تھی۔

"پلیز...... آپ روئیے نہیں' رونے سے مسائل حل نہیں ہوتے اور یہ دن تو ہر لڑکی کے اوپر آتا ہے' آپ کہیں اور نہیں اپنے سسرال جا رہی ہیں اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے' آپ بالکل میری بہن کی طرح ہیں' یہ آئندہ آپ سے ایسے بات نہیں کرے گا اگر کرے تو مجھے بتا دیجئے گا' میں سالا بن کر اس گدھے کو ٹریٹ کروں گا' پھر دیکھیئے گا یہ کیسے سیدھا ہوتا ہے"۔ شہیر کی آخری بات پر زجاج لغاری نے اُسے تیکھے چتونوں سے گھورا تھا' مگر کہا کچھ نہیں تھا' وہ تو یہ شکر ادا کر رہا تھا کہ وہ اب رونا بھول گئی تھی اور قدرے حیرت سے شہیر کو دیکھ رہی تھی' وہ خود پر اس کی نگاہ محسوس کر کے دھیرے سے مسکرایا تھا اور وہ ایک بار پھر رونا شروع ہو گئی تھی' پھر کچھ ہی دیر میں ان کی گاڑی "لغاری ہاؤس" میں داخل ہو گئی تو زجاج نے شکر کا سانس لیا۔ شہیر نے اُتر کر اس کے لئے پچھلا ڈور کھولا تھا اور وہ جھجکتی ہوئی اُتر گئی تھی۔

"ڈریئے نہیں...... آج سے یہ گھر آپ کا بھی ہے اور اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے کبھی بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی"۔ شہیر اس کی جھجک محسوس کرتے ہوئے بولا تھا' اسے معصوم سی مایام بہت اچھی لگنے لگی تھی' بالکل چھوٹی بہنوں کی طرح اور خود بخود اس کا ہاتھ مایام کے سر پر آ ٹھہرا تھا' اس کی آنکھیں پھر سے نم ہونے لگی تھیں' وہ اسے اشارے سے رونے سے منع کرتا' زجاج کی جانب گھوما تھا جو یہ سب خاموشی سے کھڑا دیکھ رہا تھا۔

"یہیں کھڑا رہے گا یا اندر بھی جائے گا"۔

"میں تو کب سے اندر جانے کا سوچ رہا ہوں' مگر کوئی جا ہی نہیں چاہتا"۔ مایام نے نگاہ اٹھائی تھی مگر زجاج لغاری کو خود پر نگاہ جمائے دیکھ کر خود بخود جھک گئی' زجاج لغاری مسکراتا ہوا اندر کی جانب بڑھا تھا اور اس کے پیچھے ہی وہ دل میں عجیب سا خوف و ہراس لئے چل دی تھی' اس کا دل زور زور سے دھڑک کر کسی انہونی کے ہونے کا پتا دے رہا تھا۔

"زجاج! صبح سے تم کہاں غائب تھے' ناشتہ کر کے نکلے تھے اور اب آ رہے ہو"۔ عمارہ لغاری اسے دیکھتے ہی شروع ہو گئی تھیں' کیونکہ زمان لغاری ابھی ابھی اس کے بارے میں بات کر کے ہی چپ ہوئے تھے۔

"زجاج! تم نے کب سے مڈل کلاس لڑکیوں سے فرینڈ شپ شروع کر دی؟" مایام پر سب سے پہلی نگاہ قرۃ العین کی پڑی تھی وہ اس کے حسن سے مرعوب تو ہو گئی تھی مگر سادہ سے کم قیمت کاٹن کے سوٹ میں ہم رنگ دوپٹہ سر پر اوڑھے وہ ڈری ڈری سی لڑکی پر تبصرہ کرنا اپنا فرض بھی تھی جو اس نے فوراً ہی ادا کیا تھا۔

"شی از مائی وائف...... ناٹ مائی گرل فرینڈ"۔ اس نے دھماکہ کیا تھا۔

"واٹ......؟" سب سے بلند آواز عمارہ لغاری کی تھی۔

"مام! نہ یہ مذاق ہے اور نہ میں جھوٹ بول رہا ہوں' میں نے واقعی شادی کر لی ہے"۔ وہ ان لوگوں کی بے یقینی کے خاتمے کے لئے زور دے کر بولا۔

"زجاج! تمہیں شادی کرنے کے لئے یہ 1900 کا ماڈل ہی ملا تھا' شادی کرنی ہی تھی تو اپنے برابر کی لڑکی سے کرتے یہ کیا حسن پر مر مٹے اور بیاہ کر لے آئے"۔ قرۃ العین نے مذاق اڑایا تھا۔

"زجاج! مذاق بہت ہو گیا' صاف صاف بتاؤ یہ لڑکی کون ہے؟" عمارہ لغاری اب بھی بے یقین تھیں۔

"میں اب تک آپ لوگوں سے بکواس نہیں کر رہا تھا"۔ زجاج لغاری ایک دم سے چڑ گیا تھا۔

"زجاج! اس لڑکی کو جہاں سے لائے ہو وہیں چھوڑ آؤ' یہ زمان لغاری کا گھر ہے کوئی خیراتی ٹرسٹ نہیں ہے کہ جسے چاہو گے تم لے آؤ گے' تم اس لڑکی کو اپنانے سے پہلے شاید...... اپنے اسٹیٹس کو بھول گئے تھے' مگر میں نہیں بھولا ہوں' میں اس دو کوڑی کی مڈل کلاس لڑکی کو کبھی اپنی بہو تسلیم نہیں کروں گا"۔ زمان لغاری بہت غصے میں اس سے مخاطب ہوئے تھے۔

"آپ کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی' اس لئے پلیز ---- مایام کے بارے میں کچھ بھی کہنے سے پہلے اتنا سمجھ لیں کہ یہ میری بیوی ہے اور میں اس کی انسلٹ......"

"یہ اتنی ہی پارسا تھی تو کیوں تم سے چھپ چھپا کر شادی کر لی' میں خوب ان مڈل کلاس لڑکیوں کو سمجھتی ہوں' یہ تو رہتی ہی کسی امیر زادے کے چکر میں ہیں' جہاں موٹی آسامی نظر آئی اپنی ادائیں دکھا کر پھانس لیتی ہیں"۔ عمارہ لغاری اسے نفرت سے دیکھتے ہوئے زہر اُگل رہی تھیں۔ مایام تو بالکل زرد پڑ گئی تھی' اس کے خلاف جانے کیا کچھ کہا جا رہا تھا مگر وہ کم ہمت اور بزدل لڑکی انہیں ایسا کرنے سے روکنے کی جرات نہ کر سکی تھی' اس کا صرف اختیار اپنے آنسوؤں پر تھا اور وہ تیز آوازوں پر لرزتی ہوئی نیر بہا رہی تھی۔

"بس مام! مجھے مایام کی پارسائی ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے' میں جانتا ہوں کہ یہ غریب لڑکی کردار و سیرت کی دولت سے مالا مال ہے"۔ زجاج لغاری خود پر بمشکل کنٹرول کرتا کہہ رہا تھا۔

"او...... تو یہ اعلیٰ کردار لڑکی تم سے کہاں ٹکرا گئی؟ مگر یاد رکھو زجاج! تم اس کے خالی خولی حسن پر فریفتہ ہو کر اس کی مفلسی کو بھلا سکتے ہو مگر میں اس غریب لڑکی کو اپنی بہو کا درجہ کبھی بھی نہیں دوں گی' سوسائٹی میں ہماری عزت ہے نام ہے' میں خود پر لوگوں کی اُٹھتی انگلیاں صرف اس تھرڈ کلاس لڑکی کی وجہ سے برداشت نہیں کر سکتی اس لئے بہتر ہو گا کہ اسے واپس اس کے گھر چھوڑ آؤ"۔ عمارہ لغاری دوٹوک لہجے میں بولی تھیں۔

"مام! ایسے کیسے میں واپس چھوڑ آؤں' میں نے مایام سے نکاح کیا ہے کوئی مذاق بات نہیں ہے"۔ وہ کانپتی ہوئی مایام کو ایک نظر دیکھ کر رہ گیا تھا۔



"زجاج! تمہارے من کو یہ حسن کی دیوی کچھ زیادہ ہی بھا گئی تھی تو کچھ وقت ساتھ بتا کر اسے فارغ کر دیتے اس کے لئے شادی کرنے......"

"شٹ اپ...... ڈیڈ!" وہ اتنی زور سے دھاڑا تھا کہ کمرے کے در و دیوار تک لرز اٹھے تھے۔

"ڈیڈ......! کچھ بھی کہنے سے پہلے یہ تو سوچا ہوتا کہ آپ کس کے بارے میں بات کر رہے ہیں اور اتنی گھٹیا بات کرتے آپ کو شرم نہیں آئی"۔ زجاج لغاری نے اشتعال کے مارے مٹھیاں بھینچ لی تھیں' اگر زمان لغاری اس کے باپ نہ ہوتے تو وہ جانے کیا کر گزرتا اور کب سے ان کے درمیان بولنے کی کوشش کرتا شہیر اور خاموش کھڑی نور العین بھی ساکت رہ گئے تھے۔

"میں آپ کا لحاظ کر رہا ہوں تو مجھے مجبور نہ کریں کہ میں آپ کا اور اپنا رشتہ ہی بھلا دوں"۔ وہ ضبط کی کڑی منزلوں کو چھو کر انگلی اٹھا کر بولا تھا۔

"جتنی چاہو اس لڑکی کی خاطر باپ کی بے عزتی کر لو' تمہیں کون روکنے والا ہے"۔ عمارہ لغاری اس کے انداز پر سلگی تھیں۔

"عمارہ! اسے کچھ بھی کہنا فضول ہے' یہ اپنی مرضی تو کر ہی چکا ہے' مگر یہ اس گھر میں تب ہی رہ سکے گا جب یہ اس لڑکی کو ڈائیورس دے دے گا' ورنہ...... یہ اس گھر سے جا سکتا ہے' میں اسے عاق کر دوں گا"۔ زمان لغاری نے ایک زبردست چال چلی تھی۔

"یہ آپ کی بھول ہے ڈیڈ! میں کبھی مایام کو طلاق نہیں دوں گا' آپ کے عاق کر دینے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑنے والا' جس گھر میں میری بیوی کے لئے جگہ نہیں ہے' اس گھر میں' میں بھی نہیں رہوں گا"۔ بے لچک لہجے میں فیصلہ سنایا تھا۔

"اس گھر سے نکل کر کہاں جاؤ گے؟ تمہارے پاس رہنے کی کوئی جگہ ہے؟ تمہارے تن پر موجود قیمتی لباس میری محنت کی کمائی کا ہے' تمہیں دنیا کی ہر آسائش میسر ہے' لوگ تمہاری عزت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ تم زمان لغاری کے بیٹے ہو' آج میں تمہیں عاق کر دوں تو ٹکے ٹکے کو ترسو گے کوئی تمہیں پوچھے گا بھی نہیں"۔ زمان لغاری نے غصے میں ہر حد کراس کر دی تھی۔

"پلیز...... انکل! غصے میں کوئی فیصلہ......"

"تم چپ کر جاؤ شہیر! اس کے اس اقدام میں' جانتا ہوں تم نے ہی اس کی رہنمائی کی ہو گی"۔ زمان لغاری نے اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا تھا اور لاؤنج سے ایک قہر بھری نگاہ زجاج پر ڈالتے اپنے روم میں چلے گئے تھے' زجاج نے مایام کا ہاتھ تھاما تھا' اس کا رخ باہر کی جانب تھا' لرزتی ہوئی مایام اس کے ساتھ گھسٹتی جا رہی تھی' زجاج لغاری کے قدم عمارہ لغاری کی آواز پر ٹھٹکے تھے۔

"زجاج! اپنے کمرے میں جاؤ' میں نے کہا اپنے کمرے میں جاؤ"۔ بے یقینی سے دیکھتے زجاج لغاری سے عمارہ لغاری زور دے کر بولی تھیں۔

"نو...... مام! میں مایام کو نہیں چھوڑ سکتا"۔ وہ ماں کے پاس آ تا زور دے کر بولا تھا' مایام کی ہمت جواب دے گئی تھی' اسے اپنی ہی ٹانگوں پر کھڑا رہنا مشکل ہو گیا تھا اور وہ لہرا کر زمین پر گرتی اس سے قبل ہی زجاج لغاری نے اسے تھام لیا تھا۔

"مایا...... آنکھیں کھولو"۔ کاندھے سے لگی مایام کا اس نے گال تھپتھپایا تھا اور اسے بازوؤں میں اٹھاتا وہ باہر کی

جانب بڑھا تھا' مگر ایک بار پھر عمارہ لغاری اسے روک گئی تھیں۔

"عین! ڈاکٹر کو فون کرو اور تم زجاج! اسے بھی اپنے کمرے میں لے جاؤ' تمہاری حرکت ہمیں پسند نہیں آئی مگر ہم ایک ماں ہیں اور ماں اپنی اولاد کی بڑی سے بڑی خطا معاف کر دیتی ہے' اب اسے لئے ایسے ہی کھڑے رہو گے یا اندر بھی جاؤ گے' میں تمہارے ڈیڈ کو سنبھال لوں گی یو ڈونٹ وری"۔ عمارہ لغاری بیٹے کا گال تھپتھپا کر لاؤنج سے نکل گئیں تھیں اور وہ بے ہوش مایام کو لئے اپنے روم میں آ گیا تھا۔

"نور! بھابی کے لئے سوپ بنوا لو اور میرے اور زجاج کے لئے اسٹرانگ سی چائے"۔ شبیر نے نورالعین سے کہا تھا اور وہ سر ہلاتی ہوئی زجاج کے روم سے نکل گئی تھی' ڈاکٹر آ کر چلا گیا تھا اور وہ دواؤں کے زیر اثر بے سدھ تھی۔

"زجاج! جیسے آنٹی مان گئی ہیں' انکل بھی......"

"مجھے ڈیڈ کے ماننے نہ ماننے کی فکر نہیں ہے' میں تو حیران ہوں کہ مام کیسے مان گئیں؟" زجاج اب تک بے یقینی کی کیفیت میں تھا۔

"دیکھ فضول کے واہموں میں نہ پڑ' تو اکلوتا بیٹا ہے تجھے ایسے تو آنٹی گھر سے جانے نہیں دے سکتیں تھیں' اب جا کر تو فریش ہو جا' میں بھی گھر جا رہا ہوں' کل ملیں گے"۔ شبیر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تھا اور اسی وقت نورالعین دستک دیتی اندر آ گئی تھی' شبیر اپنا کپ اٹھاتا باہر نکل گیا تھا' نورالعین اُسے چائے دیتی' سوپ بننے کی اطلاع دے کر باہر نکل گئی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" آواز پر وہ چونکی تھی۔

"شبیر! تم نے کبھی بتایا نہیں کہ زجاج کسی لڑکی میں اس حد تک انٹرسٹڈ ہیں"۔ وہ نورالعین کی بات پر مسکرایا تھا۔

"نور! سچ بات بتاؤں تو اس کا اندازہ تو مجھے بھی نہیں تھا"۔ شبیر نے اُسے تفصیل سے ساری بات بتائی تھی۔

"نور! میری تم سے ریکوئسٹ ہے کہ تم بھابی کا خیال رکھنا' وہ بہت انوسینٹ ہیں"۔ شبیر اسے پیار سے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

"اونہوں...... یہ تو تم نے ٹھیک کہا' اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو فوراً لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتی' ڈیڈ نے تو حد ہی کر دی تھی"۔ وہ شرمندہ نظر آنے لگی تھی۔

"اب تمہیں اداس ہونے کی ضرورت نہیں ہے"۔ شبیر اس کے اُترے چہرے کو دیکھ کر ناک کھینچ کر بولا تھا اور وہ مسکرا دی تھی۔

"مسکراتی رہا کرو' اچھی لگتی ہو"۔ شبیر پیار سے کہہ کر اس کے چہرے پر بکھرتے رنگوں کو دیکھتا وہاں رُکا نہیں تھا اور وہ بھی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

..........☆..........

مایام ابھی شاور لے کر نکلی تھی اور بال سلجھا رہی تھی کہ کوئی دھاڑ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔

"تمہیں اس گھر میں رہنے کی اجازت مل گئی ہے مگر اس گھر کو اپنا گھر سمجھنے کی غلطی کبھی نہیں کرنا"۔ عمارہ لغاری اس کا بازو پکڑے نہایت درشتی سے کہہ رہی تھیں۔

"تم اس گھر میں صرف چند دنوں کی مہمان ہو' میں اپنے بیٹے کو اچھی طرح سے جانتی ہوں' وہ تو بے ہی خوبصورتی کا دیوانہ اور جب اس کے سر سے عشق کا بھوت اترے گا تو وہ تمہیں فارغ کرنے میں دیر نہیں لگائے گا' اپنی بھلائی چاہتی ہو تو یہاں سے چلی جاؤ' منہ مانگی قیمت ملے گی ورنہ...... کچھ دنوں میں زجاج تمہیں خود ہی نکال باہر کرے گا اور



اتنے عرصے میں تمہارا میں وہ حال کروں گی کہ آئندہ تم کسی امیرزادے کو پھانسنے کے قابل ہی نہیں رہو گی"۔ تنفر سے کہتے ہوئے ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑا تھا اور وہ لڑکھڑا سی گئی تھی' اس کا سر ڈریسنگ ٹیبل سے ٹکرا گیا تھا اور ایک درد کی لہر سارے وجود میں سرایت کر گئی تھی' اس نے دائیں ہاتھ کی انگلیاں ماتھے پر پھیری تھیں' جس پر لال رنگ اپنی بہار دکھانے لگا تھا۔

"آپ ہمیں غلط سمجھ......" وہ اٹھتے ہوئے بولنے لگی تھی مگر عمارہ لغاری اُسے بیچ ہی میں ٹوک گئیں تھیں۔

"مجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے اور زجاج کے سامنے تم نے منہ کھولنے کی کوشش کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا"۔ وہ اُسے وارن کرتیں باہر نکل گئیں تھیں' انہوں نے اس پر احسان کرتے ہوئے ملازمہ سے کہہ کر بینڈیج کروا دی تھی۔

"بشیراں! میرے لئے جوس لے آؤ"۔ زجاج لغاری اپنے کمرے سے نکلتی ملازمہ سے بولتا اندر آ گیا تھا۔

"مایا! اُٹھ گئیں؟" زجاج مسکراتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا' تبھی اس کی نگاہ ماتھے پر لگی بینڈیج پر پڑی تھی۔

"ارے...... مایا! یہ چوٹ کیسے لگی؟" زجاج لغاری عین اس کے سامنے کھڑا استفسار کر رہا تھا۔

"وہ...... ہمارا پیر...... اُلجھا اور ہم......" اس نے بات بنانی چاہی تھی مگر جھوٹ کبھی بولا نہیں تھا اس لئے زبان لڑکھڑا گئی تھی۔

"دیکھ کر چلتیں' اور تم نے ناشتہ کر لیا؟ یس کم اِن"۔ بشیراں جوس لے کر اندر داخل ہوئی تھی۔

"بشیراں! مایام کے لئے ناشتہ لے آؤ"۔ وہ خاموشی سے واپس چلی گئی' زجاج نے اپنے لئے منگوایا ہوا جوس مایام کو زبردستی پکڑا دیا تھا۔

"پی لو یار! کل سے تم نے کچھ نہیں کھایا ہے' رات کو ایسی سوئیں کہ صبح کی خبر لے کر آئی ہو اور اب بھی کھانے پینے سے انکاری ہو' شاید تمہیں خبر نہیں ہے دنیا میں رونے کے علاوہ بھی بہت سے کام کئے جاتے ہیں"۔ اس نے مسکراتے ہوئے چوٹ کی تھی جبکہ وہ کافی گھبرا رہی تھی۔

"مجھے اندازہ ہے مایا! کہ تم میرے پیرنٹس کے رویئے کو لے کر پریشان ہو' مگر ان کا ری ایکشن غیر فطری نہیں تھا اور اب تو ویسے بھی سب ٹھیک ہو گیا ہے' مام ہمارے رشتے کو قبول کر چکی ہیں اور ڈیڈ کو وہ چٹکیوں میں اپنا ہمنوا بنانے کا ہنر جانتی ہیں' اب صرف میڈم آپ کی رضامندی باقی رہ گئی ہے"۔ زجاج اضطرابی حالت میں انگلیاں مروڑتی مایام کے ایک دم سامنے آ کر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے شرارت سے بولا تھا۔

"پلیز...... ہمارا ہاتھ"۔

"اونہوں...... چھوڑنے کی بات نہیں کرنا' تمہارا ہاتھ چھوڑنے کے لئے نہیں تھاما ہے"۔ اس نے کچھ اور گرفت مضبوط کرتے ہوئے اسے خود سے نزدیک کیا تھا۔

"تمہیں نہیں پتہ مایا! جب انجانے میں' میں غلطی کر بیٹھا تھا لیکن وہ غلطی بہت حسین تھی' تم جاتے جاتے اپنے لٹکتے پلو میں میرا دل باندھ کر لے گئیں تھیں اور میں اس گرہ کو کبھی کھولنا نہیں چاہوں گا' میں نے تو اسی پل جب تمہاری آنکھیں دیکھی تھیں اور اُس پل جب تم بے نقاب ہو گئیں تھیں' تمہارا انوکھا حسن میری آنکھوں کو خیرہ کرتا مجھ سے ایک فیصلہ کروا گیا تھا اور وہ فیصلہ جانتی ہو کیا تھا......؟ تمہیں اپنا بنانے کا فیصلہ' مگر میں نہیں جانتا تھا کہ تقدیر مجھ پر اتنی جلد مہربان ہو جائے گی' مجھے یقین تو نہیں آتا کہ میں تمہیں پا لینے میں کامیاب ہو گیا ہوں مگر میری بانہوں میں تمہارا مہکتا ہوا وجود مجھے یقین کر لینے پر مجبور کر رہا ہے' تمہاری سانسیں میری سانسوں سے ٹکراتی ہمارے ایک ہو جانے کا ثبوت دے رہی ہیں اور میں بہت خوش ہوں اور ایسا تو کبھی ہوا ہی نہیں کہ کسی چیز کو زجاج لغاری نے پانے کا سوچا ہو اور وہ!

س کی دسترس سے باہر ہو، مگر تم میری زندگی کی سب سے اولین اور خوشنما تمنا ہو جسے میں کبھی بھی کھونا نہیں چاہوں گا"۔ زجاج لغاری جذب سے کہہ رہا تھا۔ اس وقت وہ فل رومانس کے موڈ میں تھا۔

مایام اس کی گرفت سے نکلنا چاہتی تھی مگر وہ نکل نہیں پا رہی تھی، اس کا آنچل ڈھلک گیا تھا اور زجاج لغاری کی حسین آنکھیں سیاہ آبشار پر پسندیدگی سے پھسلتی چلی گئیں۔ تھیں اور وہ ان پر جھکا دلفریب مہک من میں بساتا چلا گیا تھا۔ مایام بے بسی سے آنسو بہانے لگی تھی۔ وہ ہمیشہ کی طرح بہت جلد ہمت ہار گئی تھی، وہ مکمل زجاج لغاری کے رحم و کرم پر تھی کہ دروازہ ناک ہوا تھا اور زجاج لغاری نے بدمزہ ہو کر اُسے خود سے الگ کیا تھا اور اس کے "یس"۔ کہنے پر بشیراں ناشتہ کی ٹرالی لئے اندر آ گئی تھی، زجاج لغاری گھوما تھا تو وہ اپنی جگہ پر نہیں تھی اور کچھ دیر بعد وہ ٹاول سے منہ صاف کرتی واش روم سے نکلی تھی اور زجاج لغاری کے بلانے پر وہ بیڈ کے کونے سے ٹک گئی تھی، اس کا کچھ بھی کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا مگر جب زجاج نے سلائس اس کی جانب بڑھایا تو وہ دھیرے دھیرے کھانے لگی تھی۔ چائے پیتے ہوئے زجاج لغاری گاہے بگاہے اس پر نگاہ ڈال رہا تھا، گلابی چہرہ سرخی مائل ہو رہا تھا اور وہ کافی کنفیوژ اور سہمی سہمی سی بیٹھی تھی۔

"مایا!" زجاج لغاری نے بیڈ پر رکھے اس کے بائیں ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا اور وہ ایکدم سے ڈر گئی تھی، چائے کا کپ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

"سو..... سوری"۔ ڈرتے ڈرتے بولی تھی۔

"اٹس او کے یار! مگر اتنی خوفزدہ کیوں ہو، تمہیں میرا نزدیک آنا اچھا نہیں لگا؟" وہ پہلے اس کے گریز کو شرم سمجھا تھا مگر اس کی آنکھوں میں واضح خوف کی پرچھائی دیکھ کر وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں..... وہ ہم....." مایام گڑبڑا گئی تھی۔

"تمہیں کچھ وقت چاہیے، ہے نا یہی بات؟" مایام جلدی سے اثبات میں سر ہلا گئی تھی اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"اتنی سی بات کے لئے..... ڈھیر سارا رونے کی کیا ضرورت تھی"۔ وہ اس کا جھکا ہوا چہرہ انگلی سے اونچا کرتے ہوئے شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"مایام! ہماری شادی کسی بھی حالت میں ہوئی ہو، مگر ہم ہیں تو میاں بیوی..... اور ہم دونوں کا فرض بنتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کی خواہشات اور مرضی کا خیال رکھیں اور جب تک تم کچھ کہو گی نہیں مجھے پتا کیسے چلے گا، میں نے تم سے شادی کسی دباؤ میں آ کر نہیں کی اور میں چاہوں گا کہ تم بھی اس رشتے کو کسی دباؤ میں آ کر نہیں پورے دل سے تسلیم کرو اور اس کے لئے میں تمہیں جتنا چاہو وقت دے سکتا ہوں مگر یار! میرے انتظار کو طویل مت کرنا، کہیں میں اپنے بچے دیکھنے کی آس میں ہی..... بوڑھا ہو جاؤں"۔ وہ ایکدم سے پٹڑی سے اتر گیا تھا اور وہ جو نرم لہجے اور آواز کو غور سے سن رہی تھی ایکدم سٹپٹا گئی تھی۔

"اور یار! انتظار طویل نہ لگے اس لئے ہم جب تک دوست بن کر رہیں گے، بولو مجھ سے دوستی کرو گی؟" زجاج لغاری نے اپنا مضبوط ہاتھ اس کی جانب بڑھایا تھا اور اس نے جھجکتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا گلابی ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"اعتبار کرنے اور دوستی کے لئے شکریہ، میں چلوں مجھے آپ کے بھائی صاحب کے گھر جانا ہے، میں شبیر کی بات کر رہا ہوں"۔ اس نے اس کے چہرے پر بنے بڑے سے کوئسچن مارک کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر وضاحت کی تھی اور شبیر کے ذکر پر اس کے بھی لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی، زجاج لغاری نے دلکش مسکراہٹ اور گالوں میں پڑتے بھنور دل تھام کر دیکھے تھے اور جلدی سے باہر نکل گیا تھا۔



..........☆..........

"میرے کمرے میں بغیر اجازت آنے کی تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی؟ یقیناً کچھ چرانے آئی ہو گی"۔ قرۃ العین اس کے سر پر کھڑی گرج رہی تھی۔

"ہم تو آپ کے کپڑے الماری میں رکھنے آئے تھے، چوری کے ارادے....."

"تم اپنی معصومیت کے جال میں صرف زجاج کو ہی پھانس سکتی ہو، اب کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو کپڑے الماری میں سیٹ کر کے رکھو، استری تو ڈھنگ سے کی ہے ناں یا وہ بھی نہیں آتی؟" وہ کڑے تیوروں سے پوچھ رہی تھی جواباً وہ خاموش رہی تھی اور الماری میں کپڑے سیٹ کرنے لگی تھی، وہ اپنا کام ختم کر کے جا رہی تھی کہ قرۃ العین نے اسے نئے کام پر لگا دیا تھا، وہ خود تو شاپنگ کرنے چلی گئی تھی اور وہ بکھری چیزیں سمیٹنے لگی تھی، ڈھیر سارے کپڑے دھو کر استری کی اور انہیں الماری میں رکھا پھر کمرے کی صفائی کی، وہ بُری طرح تھک گئی تھی کام کرنے کی اُسے عادت تو تھی مگر دو لوگوں کا کام ہی کتنا ہوتا ہے، وہ قرۃ العین کے روم سے نکلی تھی اس کا ارادہ اپنے روم میں جانے کا تھا مگر عمارہ لغاری سے لاؤنج میں مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔

"مایام!" وہ صوفے پر بیٹھی عمارہ لغاری کے سامنے آ رُکی۔

"گیسٹ روم کی صفائی کر دو، کل سے مہمان آنا شروع ہو جائیں گے اور پہلے میری گرین ساڑھی پریس کر دینا، میں پارلر جا رہی ہوں، بلکہ ایسا کرو اپنا حلیہ درست کر کے نور العین کے ساتھ پارلر چلی جاؤ، زبردستی کی ہی سہی مگر تم اس گھر کی بہو ہو اور دو دن بعد قرۃ العین کی ڈھولکی اور ابٹن کی رسم میں اپنے اس فقیرانہ حلیے میں آ ؤ گی تو ہماری فیملی فرینڈز کے سامنے کیا ریپوٹیشن رہ جائے گی"۔ وہ اس کے سادہ کاٹن کے سوٹ پر چوٹ کرتیں ہدایت دے رہی تھیں۔

"اب دفع ہو جاؤ، ساڑھی پریس کرو اور یہ مت سمجھنا کہ تمہیں پارلر بھیج رہی ہوں تو کام سے تمہاری چھٹی ہو جائے گی، جو کام تمہیں میں نے کرنے کو کہے ہیں وہ تو ہر حال میں تم ہی کرو گی، کم از کم اس طرح تمہیں اپنی اوقات تو یاد رہے گی"۔ عمارہ لغاری نوکروں کی فوج ہوتے ہوئے اب اپنے زیادہ تر کام اس سے ہی کرواتی تھیں اور ان کا یہ بُرا رویہ زجاج کے پیٹھ پیچھے ہوتا تھا، بیٹے کے سامنے تو وہ خود کو بہترین ساس ثابت کرنے پر تلی رہتی تھیں، مایام خاموشی سے ان کے بدتر سلوک کو برداشت کر رہی تھی، زمان لغاری تو نہ اس سے بات کرتے تھے اور نہ ہی اس کے ہاتھ سے کوئی چیز لینا پسند کرتے تھے، ان چاروں میں صرف نور العین کا رویہ اس کے ساتھ بہت دوستانہ تھا۔

"بھابی! آپ کیوں مام اور عینی کی ہر غلط بات خاموشی سے سنتی رہتی ہیں، آپ کوئی ملازمہ تو ہیں نہیں جو یہ چھوٹے چھوٹے کام کرتی پھریں، زجاج کو آپ نہیں بتا سکتیں ناں تو میں خود آج اُسے سچائی بتا دوں گی کہ اس کی غیر موجودگی میں آپ کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے"۔ نور العین اس کے ہاتھ سے ساڑھی لیتے ہوئے بولی تھی۔

"پلیز..... آپ انہیں کچھ مت بتائیے گا"۔ مایام عمارہ لغاری کے ڈر سے فوراً بولی تھی۔

"او..... پلیز بھابی! یہ کوئی اٹھارہویں صدی نہیں ہے، جس میں ساس نندیں بہو پر ظلم کرتی تھیں آج کے زمانے میں ساس اگر سیر ہے تو بہو سوا سیر ہوتی ہے اور میں یہ تماشا کم از کم برداشت نہیں کر سکتی، میں آج ہی زجاج سے بات کرتی ہوں"۔ نور العین اس کے ڈرے سہمے انداز پر چڑ گئی تھی۔

"دیکھیے! آپ کے اس طرح کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا اور ہم نہیں چاہتے کہ ہماری وجہ سے اولاد اور والدین کے بیچ دوریاں بڑھ جائیں اور اگر مما اور ڈیڈی ہم سے نفرت کرتے ہیں تو اس میں قصور ان کا نہیں ہے، ہمارے بابا جان کہتے تھے کہ "کوئی بھی شخص کسی بھی انسان سے بے وجہ نفرت نہیں کرتا"۔ اور اگر مما ہم سے نفرت کرتی ہیں تو

ٹھیک ہی کرتی ہیں' ہماری وجہ سے ان کے بیٹے نے ان کی نافرمانی کی ہے' اگر وہ ہم سے شادی نہ کرتے تو سب کچھ ٹھیک ہوتا' ہم تو مما اور ڈیڈی سے شرمندہ ہیں مگر ہم نے یہ سب جان کر نہیں کیا اور نہ ہی ہم بُری لڑکی ہیں' ہم نے انہیں اپنی اداؤں...... کے جال میں نہیں پھنسایا' ہم ایسی لڑکی نہیں ہیں'۔ مایام روتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

''آپ نہیں جانتے مام' ڈیڈ کہ آپ لوگوں کو خوش قسمتی سے ہیرا مل گیا ہے اور جسے آپ صبح شام دھتکارتے رہتے ہیں''۔ نورالعین دل ہی دل میں اپنے پیرنٹس سے مخاطب ہوئی تھی مگر وہ جانتی تھی کہ اس کے پیرنٹس کبھی بھی اس ہیرے (مایام) کی قدر نہیں کر سکتے۔

☆

زجاج لغاری آفس سے آنے کے بعد سیدھا اپنے کمرے میں آیا تھا' آج اس کی اہم میٹنگ تھی ورنہ اس کا ارادہ تو چھٹی کرنے کا تھا کیونکہ آج قرۃ العین کی مایوں تھی' زجاج لغاری شاور لے کر باہر نکلا' بالوں میں برش کیا اور خود پر پرفیوم اسپرے کرنے لگا جبھی کوئی کمرے میں جلدی سے اندر آیا' اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا وہ مایام تھی جو بری طرح سہمی ہوئی تھی۔

''مایا! آر یو او کے' اتنی ڈری ہوئی کیوں ہو؟''

''پپ پلیز...... ہمیں بچالیں...... وہ' وہ ہمارے......'' مایام خوفزدہ انداز میں اس کا بازو پکڑے کہہ رہی تھی جبکہ وہ اُلجھ کر رہ گیا تھا۔

''مایا! کس سے تمہیں بچالوں؟ تم کس کی بات کر رہی ہو''۔ وہ بار بار باہر کی جانب ڈر کر دیکھتی وہ مایام کا چہرہ اپنی جانب کر کے نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

''وہ آپ کی بہن...... وہ ہمارے بال...... پلیز...... ہمیں اپنے بال بہت عزیز ہیں انہیں ہم نہیں کٹوانا چاہتے مگر وہ...... زبردستی...... ہمارے بال......'' اس کی اتنی بُری حالت کے باوجود زجاج لغاری کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''اتنی سی بات کے لئے اتنا خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت تھی مایا! اگر تمہیں بال نہیں کٹوانا تھے تو تم منع کر دیتیں''۔ زجاج لغاری بول رہا تھا اور وہ کمرے میں آتی قرۃ العین کو دیکھ کر فوراً زجاج لغاری کے پیچھے ہو گئی تھی اور مضبوطی سے اس کی شرٹ ہاتھوں میں دبوچ لی تھی۔

''ہمیں ان سے بچالیں''۔ بہت دھیمی آواز اور لرزتے ہوئے لہجے میں وہ بول رہی تھی جبکہ قرۃ العین جو بہت غصے میں اس کے پیچھے آئی تھی زجاج لغاری کو دیکھ کر غصہ کنٹرول کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

''او گاڈ زجاج! آج تو مایا نے مجھے ڈرا ہی دیا' مام نے کہا کہ میں بیوٹیشن سے مایا کا بھی میک اپ کروا دوں اور جب میں نے اس کے بال دیکھے تھے تو میں نے کہا' اتنے اچھے بال ہیں اسٹیپ کٹنگ بہت سوٹ کرے گی' مگر یہ تو سنتے ہی اپنے کمرے میں آ گئی اور میں اپنا میک اپ چھوڑ کر آئی کہ دیکھوں تو ہوا کیا' مجھے سمجھ نہیں آ رہا زجاج کہ اتنی سی بات کے لئے اتنا ڈرنے کی کیا ضرورت ہے' اگر یہ منع کرتی تو میں نے کون سے زبردستی اس کے پورے بال کٹوا دینے تھے''۔ قرۃ العین فکرمند دکھائی دینے کی پوری کوشش کر رہی تھی اور مایام تو اتنے بڑے جھوٹ پر ساکت ہی رہ گئی تھی' اس نے تو آج مایام کے بال کٹوا دینا تھے وہ تو مایام بھاگ کر اپنے روم میں آ گئی تھی تو بچ گئی ورنہ اس نے کتنا رو رو کر کہا تھا کہ وہ بال نہیں کٹوانا چاہتی اور قرۃ العین نے اس کے انکار کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا تھا اور اب کتنے مزے سے خود کو بچا گئی تھی۔

''تم نے اچھا ہی کیا جو انکار کر دیا' مجھے بھی تمہارے بال بہت عزیز ہیں''۔ زجاج لغاری نے شرارت سے ماتھے پر جھولتی لٹ کو چھیڑا تھا اور وہ چونک گئی تھی کیونکہ وہ تو اب تک قرۃ العین کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی' مسکراتے



ہوئے زجاج لغاری کو دیکھ کر وہ مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔

☆

''نور! مایام کہاں ہے' تم اسے پلیز اپنے ساتھ ہی رکھنا وہ ہنگاموں اور شور شرابے سے ذرا گھبراتی ہے''۔ زجاج لغاری اِدھر اُدھر نگاہ گھماتا بولا تھا۔

''تم فکر ہی نہ کرو آج تو مام اس کا سایہ بنی ہوئی ہیں''۔ نورالعین نے کہتے ہوئے سامنے اشارہ کیا تھا وہاں عمارہ لغاری بڑا ہنس ہنس کر اپنی فرینڈز سے مایام کا تعارف کروا رہی تھیں اور مایام کی تعریف (حسن کی تعریف) وہ ہر ایک سے حق سمجھ کر وصول کر رہی تھیں۔ زجاج لغاری کی نگاہ تو اس کے جگمگاتے چہرے پر پڑتے ہی ساکت ہو گئی تھی' ڈارک بلیو شیفون کے شلوار قمیص میں لمبے بال پشت پر پھیلائے' میچنگ جیولری اور میک اپ میں اس کا حسن دو آتشہ ہو گیا تھا' وہ کافی کنفیوژ تھی' نورالعین اس کا ہاتھ پکڑے زجاج لغاری کے پاس لے آئی تھی اور ان دونوں کی تصویریں اتارنے لگی تھی۔

''بھابی! ذرا کلوز ہو جائیں''۔ نورالعین نے ہدایت دی تھی اور وہ جھینپی جھینپی زجاج لغاری کے نزدیک ہو گئی تھی' شبیر بھی وہیں آ گیا تھا۔ زجاج لغاری نے ان دونوں کی بھی ایک ساتھ کافی تصویریں اتاری تھیں اور بعد میں پورا ٹائم کیمرہ اسی کے پاس رہا تھا اور وہ گھٹا گھٹ مایام کی تصویریں کھینچ رہا تھا۔

''تم اتنی اداس کیوں ہو' کہیں یہ تو نہیں سوچ رہیں کہ تمہاری شادی کیوں نہیں ہوئی؟'' شبیر خاموش کھڑی نورالعین سے شرارت سے کہہ رہا تھا۔

''شٹ اپ شبیر!'' وہ جھینپ گئی تھی۔

''پھر کیا بات ہے' یہ حسین چہرہ بجھا بجھا کیوں ہے؟''

''شبیر! وہ دونوں ساتھ کھڑے کتنے مکمل لگ رہے ہیں لیکن......'' اس نے کچھ فاصلے پر کھڑے مایام اور زجاج لغاری کی طرف اشارہ کیا تھا۔

''یہ تو تم نے بالکل ٹھیک کہا' مگر یہ لیکن......'' شبیر نے جان کر بات ادھوری چھوڑی تھی اور اس کے لبوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی اور وہ مام اور قرۃ العین کے ناروا سلوک کے بارے میں بتاتی چلی گئی تھی۔

''شبیر! میرا دل چاہتا ہے کہ میں زجاج کو سب بتا دوں' مگر مجھے ڈر لگتا ہے کہیں وہ گھر نہ چھوڑ دے لیکن مجھے مایام پر بھی بہت ترس آتا ہے' وہ معصوم لڑکی بہن اور مام کے ہر ظلم کو خاموشی سے سہے جا رہی ہے لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا' اس کی اچھائی کبھی بھی مام پر اثر انداز نہیں ہوگی' مام تو ڈیڈ سے بھی یہی کہہ رہی تھیں کہ وہ ہر حال میں مایام کو زجاج کی زندگی سے الگ کر کے رہیں گی' وہ ایک غریب لڑکی سے ہار نہیں مانیں گی اور مجھے ڈر ہے کہ مام مایام کو اس گھر سے نکالنے کے لئے جانے کیا کریں گی' مام ہر نئے دن ایک نیا منصوبہ بنا رہی ہوتی ہیں''۔ نورالعین کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔

''یو ڈونٹ وری نور! جو ہوگا اچھا ہی ہوگا' میں آنٹی سے بات کرنے کی کوشش ضرور کروں گا اور اب ہم چلیں' رخصتی کا ٹائم ہو گیا ہے''۔ شبیر اس کے آنسو صاف کرتا ہلکے پھلکے انداز میں بولا تھا جبکہ کچھ فاصلے پر کھڑا زجاج لغاری حقیقت سن کر ساکت رہ گیا تھا' مام کا رویہ مایام کے ساتھ دیکھنے کے بعد وہ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کر پا رہا تھا۔

☆

''آپ بہت خوش قسمت ہیں نور! شبیر بھائی بہت اچھے ہیں' آپ ان کے ساتھ ہمیشہ خوش رہیں گی''۔ مایام کے

خلوص سے کہنے پر نورالعین کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی جبکہ کسی سیمینار کے لئے نکلتی عمارہ لغاری چونک سی گئیں' انہوں نے ایک نظر مایام پر ڈالی تھی اس کے معصوم چہرے پر سچائی اور خلوص کی چاشنی بکھری ہوئی تھی' وہ سر جھٹک کر باہر نکل گئیں تھیں۔

''ایک تو ہماری مام! ان کے سیمینار اور پارٹیاں ہی ختم نہیں ہوتیں' کیوں بھابی! گھر میں پڑے پڑے بور ہو رہے ہیں ہم بھی باہر چلیں''۔ نورالعین کو خیال سا آیا تھا مگر اس نے انکار کر دیا تھا۔

''پلیز بھابی! آئیے ناں ہم کہیں دور نہیں جائیں گے' ہمارے بنگلو کے پیچھے بڑا زبردست سا پارک ہے' کچھ ہی دیر میں لوٹ آئیں گے''۔ نورالعین اصرار کر رہی تھی۔

''پارک میں تو شام میں جاتے ہیں' ابھی تو کافی تیز دھوپ ہے''۔ اس نے نہ جانے کا عذر تراشا تھا۔

''اب اتنی بھی تیز دھوپ نہیں ہے' آپ نے نہیں جانا تو ٹھیک ہے''۔ مایام کو لگا کہ وہ ناراض ہو گئی ہے اس لئے وہ اٹھ گئی تھی اور وہ کچھ ہی دیر میں ایک بینچ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

''آپ صحیح کہہ رہی تھیں' ابھی دھوپ میں ہلکی سی تپش ہے''۔ نورالعین کے شرمندہ انداز پر وہ مسکرانے لگی تھی۔

''نور اور مایام' اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں''۔ زجاج لغاری فرنٹ سیٹ پر بیٹھے شبیر سے بولا تھا اور وہ دونوں گھر جانے کے بجائے پارک میں آ گئے تھے۔

''یہ ضرور نور کے دماغ کا ہی پلان ہوگا''۔ شبیر چلتے ہوئے زجاج لغاری سے بولا تھا۔

''آپ دونوں خواتین بھری دوپہر میں یہاں کیا کر رہی ہیں''۔ شبیر کی آواز پر وہ دونوں کھڑی ہو گئیں تھیں۔

''جناب! شام کے ساڑھے پانچ بج رہے ہیں''۔ نورالعین نے اپنی خفت مٹانے کے لئے رسٹ واچ میں ٹائم شبیر کو دکھایا تھا۔

''میڈم! گھڑیوں کو ایک گھنٹہ پیچھے لے جاؤ تو اس وقت ساڑھے چار ہو رہے ہیں' گھڑیاں آگے کی گئی ہیں' سورج کی تو وہی پرانی روش ہے''۔ شبیر کی بات پر وہ سٹپٹا کر رہ گئی تھی اور اس کے شرمندہ انداز پر ان دونوں نے قہقہہ لگایا تھا۔

''زجاج! ایسا نہیں لگ رہا کہ دو خوبصورت دوشیزائیں بھری دوپہر میں اپنے ماں باپ سے چھپ کر دو حسین لڑکوں سے ملنے آئی ہیں''۔ شبیر کے انداز میں شوخی تھی اور وہ دونوں گڑبڑا کر اُن کی شکل دیکھنے لگی تھیں اور وہ دونوں اُن کی حالت سے حظ اٹھاتے قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تو ان کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے تھے۔

''وہ...... ہم تو...... صرف واک......'' مایام نے وضاحت دینا چاہی تھی اور وہ دونوں ''او...... او'' کرنے لگے تو وہ جھینپ کر خاموش ہو گئی تھی۔

''مجھے پتا ہوتا کہ ایک حسین دوشیزہ پارک میں میری منتظر ہے تو میں کم از کم ایک سرخ گلاب ہی لے آتا''۔ زجاج لغاری کے دلکشی سے کہنے پر اس کے چہرے پر حیا کے سارے رنگ بکھر گئے تھے اور وہ مبہوت سا ہو گیا تھا۔

''یہی ناانصافی تو میرے ساتھ بھی ہوئی ہے یار! لیکن ہم گلاب نہیں لائے تو کیا ہوا' ایک کپ کافی پلا دیتے ہیں''۔ زجاج لغاری نے چونک کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''آئیے مادام! آپ کو زبردست سی کافی پلاتے ہیں اور اس کے بعد گھر بھی چھوڑ دیں گے' اگر آپ جانا چاہیں گی تو......'' شبیر نے اس کے جھکے چہرے کو ٹھوڑی سے پکڑ کر انگلی کی مدد سے اونچا کیا تھا' آج وہ دونوں انہیں شرمندگی کے حصار سے نکلنے دینے کو تیار نہ تھے۔ شبیر تو نورالعین کے اس روپ پر فدا ہی ہوا جا رہا تھا اس نے تو ہمیشہ نورالعین کا



بولڈ اور پراعتماد روپ دیکھا تھا وہ شرمائی گھبرائی سیدھی اس کے دل میں اُتری جا رہی تھی۔

''زجاج! بھابی کو لے کر تم پیدل گھر چلے جانا' میں پریٹی گرل کے ساتھ ڈیٹ...... پر جا رہا ہوں''۔ نورالعین نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تھا اور اس کے کچھ بھی سمجھنے سے پہلے شبیر نے اس کا ہاتھ تھاما تھا اور اسے لئے گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا۔ زجاج لغاری شبیر کی حرکت پر بس مسکرا کر رہ گیا تھا۔

''شبیر! پلیز میرا ہاتھ چھوڑو' تمہیں آج کیا ہو گیا ہے' زجاج کیا سوچ رہا ہوگا''۔ وہ اس کے ساتھ چلتی کافی کنفیوژ سی تھی۔

''زجاج کچھ نہیں سوچ رہا' وہ تو اُلٹا خوش ہوگا اور ساری زندگی طعنے بھی مارے گا' میں جو اُسے ڈیٹنگ سے روکتا تھا خود اُسی صف میں شامل......''

''اسٹاپ اِٹ شبیر!'' اس نے اس کی چلتی زبان کو بریک لگانا چاہے تھے' مگر آج اس کی ہر ادا ہی نرالی تھی۔

''غصے میں غضب کی لگ رہی ہو''۔ ڈرائیو کرتے ہوئے وہ نورالعین کی جانب قدرے جھک کر بولا تھا اور اس کے لبوں پر خود بخود مسکراہٹ بکھرتی چلی گئی تھی' اسے سنجیدہ سے اَن رومینٹک شبیر ہمدانی کا شوخ اور رومینٹک روپ دل کے ایوانوں پر دستک دیتا معلوم ہو رہا تھا' شبیر نے ایک نگاہ اس کے مسکراتے چہرے پر ڈالی تھی اور وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے تھے۔ مایام بہت خاموشی سے زجاج لغاری کے ساتھ چلنے لگی تھی' پارک کے مین گیٹ پر اچانک ایک مانگنے والی بچی ان کے سامنے آ گئی تھی' زجاج لغاری نے والٹ میں سے کچھ پیسے نکال کر اس کے پھیلے ہاتھ پر رکھے اور وہ دعائیں دیتی مڑ گئی اور اپنی خوشی میں وہ سامنے پڑی ٹوٹی بوتل کو دیکھ نہیں سکی' مایام لپک کر اس بچی تک آئی اور اس نے بہتی آنکھوں سے کانچ بچی کے پیر سے نکال کر اپنے ہاتھ میں موجود رومال اس کے پیر میں باندھ دیا' زجاج لغاری کافی حیران سا اس کی کارروائی دیکھ رہا تھا' مایام نے ہاتھ پکڑ کر اس بچی کو کھڑا کیا تھا۔

''آپ چپل کیوں نہیں پہنتیں؟ اگر پاؤں میں چپل ہوتی تو پاؤں کبھی بھی زخمی نہ ہوتا''۔ مایام اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے نرمی سے بولی تھی۔

''میرے پاس چپل نہیں ہے بی بی صاحب!'' وہ بچی بہت حسرت سے بول رہی تھی۔ مایام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے اپنے پاؤں میں پہنی سلور سلیپر اتار کر اس بچی کو دے دی' وہ لینے سے انکاری تھی مگر مایام کے کہنے پر وہ بچی چپل پہن کر مایام کو دعائیں دیتی چلی گئی' مایام آنسو صاف کرتی مسکرانے لگی تھی۔ زجاج لغاری ساکت کھڑا رہ گیا تھا اور جیسے ہی مایام نے تپتی زمین پر پاؤں دھرنا چاہے تو زجاج لغاری نے قدرے جھک کر اپنی ہتھیلیاں اس کے قدموں میں بچھا دیں' مایام اس کے لئے تیار نہ تھی' اس نے فوراً اپنے پیر پیچھے کیے تھے اور حیرانگی سے زجاج لغاری کو دیکھنے لگی تھی' زجاج لغاری ہاتھوں پر لگی گرد جھاڑتا سیدھا ہو گیا تھا۔

''تمہارے کومل نازک پاؤں تپتی زمین پر چلنے کے لئے نہیں ہیں''۔ زجاج لغاری بغور اس کے حیران چہرے کو دیکھتا بولا تھا اور وہ جو اسے دیکھ رہی تھی پل بھر میں اس کی پلکیں عارض چھونے لگی تھیں۔

''آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا''۔ لڑکھڑاتے لہجے میں صرف اتنا کہہ سکی تھی' زجاج لغاری نے اپنے پاؤں میں موجود باٹا کی دو پٹیوں والی چپل گھاس پر اس کے پاؤں کے پاس رکھ دی تھی' وہ اس وقت کیجوئل ڈریس میں تھا' سادہ سی پینٹ اور ٹی شرٹ اور گھر کی سادہ سلیپر کیونکہ وہ چائے پی رہا تھا جب شبیر نے اسے فون کر کے فوراً آل پہنچنے کو کہا تھا کیونکہ اس کی گاڑی خراب ہو گئی تھی اور زجاج لغاری جس حال میں تھا اسی میں باہر نکل گیا تھا۔ مایام نے کافی انکار کے بعد سلیپر پہن لی تھی جو اس کے نازک پیروں میں کافی بڑی تھی اور وہ دونوں ایک ساتھ پھرتے چلنے لگے تھے۔

"پلیز...... جلدی چلیئے نا...... آپ کے پیر جل رہے ہوں گے"۔ مایام اس کا خیال کر کے تیز چلتے ہوئے بولی تھی۔

"تمہارے ساتھ کی خوشی میں تپتی دھوپ بھی بہار ہے"۔ اس نے دل میں سوچا تھا۔

"مایا! تم بہت معصوم ہو' زمین اتنی بھی گرم نہیں ہے اور ہم مرد تو ویسے بھی ان چھوٹے چھوٹے خطروں کو کسی خاطر میں نہیں لاتے"۔ زجاج لغاری نے کہا تھا مگر وہ پھر بھی تیز تیز چل رہی تھی کیونکہ اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ وہ اس کی وجہ سے ننگے پیر چل رہا ہے اور وہ اس کے خیال کرنے پر خوش ہو گیا تھا۔

............☆............

"مین! مجھے تو سمجھ نہیں آتا کہ بظاہر اتنی نازک دکھائی دینے والی کس مٹی کی بنی ہے جس پر کسی بھی چیز کا اثر نہیں ہوتا"۔ آفس سے لوٹا زجاج لغاری اس آواز پر ٹھٹک کر وہیں رُک گیا تھا' عمارہ لغاری سیل فون کان سے لگائے لاؤنج میں ٹہلتے ہوئے بات کر رہی تھیں۔

"آج صبح بھی میں نے اُس سے ڈھیروں کپڑے استری کروائے' لاؤنج' ڈائننگ روم اور اپنے بیڈ روم کی بھی اُسی سے صفائی کروائی مگر مجھے نہیں لگتا کہ وہ ان کاموں سے گھبرا کر یہ گھر چھوڑ دے گی' ویسے بھی غریب لڑکیوں کو تو کام کرنے کی عادت ہوتی ہی ہے' مجھے کچھ اور کرنا پڑے گا' اونہوں...... تم ٹھیک ہی کہتی ہو اب یہی کرتی ہوں اور جس طرح زجاج اس کا دیوانہ بنا پھر رہا ہے اسے کسی کے ساتھ برداشت نہیں کر پائے گا' ہاں...... ہاں اس کی تم فکر نہ کرو' وہ سب میں کرلوں گی' صرف زجاج کی آنکھوں میں دھول ہی تو جھونکنی ہے' کوئی بھی مل جا......"

"واہ...... مام...... واہ"۔ زجاج لغاری کی آواز پر سیل فون ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

"واہ مام! آپ تو بہت بڑی پلان میکر نکلیں"۔

"زجاج!"

"بس مام! بہت ڈرامہ کر لیا آپ نے' حقیقت تو میں ڈیڑھ ماہ قبل نور کے منہ سے سن ہی چکا تھا مگر مجھے یقین کرنے میں تامل تھا' مجھے لگتا تھا کہ میری مام ایسا نہیں کر سکتیں' مگر میں غلط تھا' آپ نے مایام کو اس گھر میں سوچی سمجھی سازش کے تحت جگہ دی' مگر میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اتنا بھی گر سکتی ہیں آپ نے خود ہی تو کہا تھا مام کہ 'ماں اپنی اولاد کی بڑی سے بڑی خطا بھی معاف کر دیتی ہے'۔ مگر آپ تو مجھے اس خطا کی معافی بھی نہ دے سکیں جو جرم کے زمرے میں نہیں آتی' اپنی پسند سے شادی کرنا اتنا بڑا جرم تو نہیں ہے مام جس کی پاداش میں آپ اپنی ہی بہو پر گھناؤنا الزام...... مجھے تو کہتے بھی شرم آتی ہے اور آپ یہ گھٹیا چال چل دیتیں اگر میں آپ کی باتیں نہ سن لیتا"۔ زجاج لغاری بہت دُکھ سے بول رہا تھا اور اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ نورالعین اور زمان لغاری بھی اپنے کمروں میں سے نکل آئے تھے۔

"زجاج! یہ تم کس لہجے میں اپنی مام سے بات کر رہے ہو' تمہیں ہم کچھ کہتے نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم حد سے بڑھ جاؤ اور ہمارے لاڈ پیار کا ناجائز فائدہ اٹھانے لگو"۔ زمان لغاری اسے گھور رہے تھے شور کی آوازوں پر مایام نے جلدی جلدی نماز ادا کی تھی اور لاؤنج میں آ گئی تھی اور اس پر نگاہ پڑتے ہی عمارہ لغاری غصے میں اس کی جانب بڑھی تھیں۔

"زمان! یہ سب اس چڑیل کی وجہ سے ہو رہا ہے' اسی نے ہم سے ہمارا بیٹا چھینا ہے لیکن اب میں اسے یہاں نہیں رہنے دوں گی"۔ عمارہ لغاری نے اسے بازو سے پکڑ کر باہر کی جانب دھکیلا تھا' زجاج لغاری نے اسے گرنے سے



پہلے سہارا دیا تھا اور چیخ پڑا تھا۔

"بس مام! بہت ظلم کر لئے آپ نے' اور آپ کیا مایام کو اس گھر سے نکالیں گی' میں خود اپنی بیوی کو لے کر یہاں سے جا رہا ہوں' جس گھر میں میری بیوی کے لئے جگہ اور عزت نہ ہو میں اس گھر میں بھی رہنا نہیں چاہوں گا"۔ اس نے اعلان کیا تھا۔ نورالعین تو ساکت رہ گئی تھی اور فوراً اپنے روم میں جا کر فون ملانے لگی تھی۔

"مایام! جاؤ جا کر اپنا سامان لے آؤ"۔

"پلیز! اس طرح گھر چھوڑنے......"

"میں نے کہا جا کر اپنا سامان لے آؤ"۔ وہ کافی درشتی سے بولا تھا اور وہ مرے مرے قدموں سے آگے بڑھنے لگی تھی۔

"اونہوں...... یہ کیوں یہاں سے جانا چاہے گی' غریب باپ کے گھر میں تو دو روٹی کو بھی ترسی ہو گی' یہاں پیٹ بھر کھانے کو تو مل رہا ہے' یہ کیوں عیش و عشرت چھوڑنا چاہے گی اور تم جس کی خاطر عیش و عشرت کو ٹھوکر مار کر جا رہے ہو اس کے ساتھ ہی تم بھی فاقے کرو گے تو ماں باپ کی قدر ہو گی"۔ عمارہ لغاری حقارت سے بولی تھیں۔

"زجاج! تم ہمارے اکلوتے بیٹے ہو اور ہم نہیں چاہتے کہ تم اپنا گھر......"

"یہ گھر میرا نہیں ہے ڈیڈ! اس گھر کی کسی بھی چیز پر میرا حق نہیں ہے اور ایسا میں نہیں آپ لوگ کہہ رہے ہیں' میں اگر اب تک باپ کی دولت پر عیش کرتا رہا تو کون سی بڑی بات ہے' دنیا بھر کے والدین اپنی اولاد کو یہ سب آسائشات دیتے ہیں' مگر جو مام نے کیا وہ دنیا کی کوئی ماں نہیں کرتی ہو گی اور آپ بھی تو مام کی ہر سازش میں برابر کے شریک ہیں' آپ لوگ مایام کو اپنے گھر سے نکالنا چاہتے تھے ناں تو وہ جا رہی ہے مگر میں بھی اس کے ساتھ جاؤں گا"۔ اس کا انداز بے لچک تھا۔

"جانے سے پہلے ایک بار پھر سوچ لو زجاج! جس لڑکی کی خاطر والدین کا گھر چھوڑ رہے ہو اس کو لے کر کہاں جاؤ گے؟ کیونکہ میں تمہیں عاق کر دوں گا تو تمہارے تن پر یہ خوشنما لباس بھی نہ رہے گا اور ایک بار تم اس گھر سے نکلے تو اس گھر کے دروازے تاحیات تم پر بند ہو جائیں گے' اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے' تمہیں یہ آسائشات چاہئیں یا پھر در در کی ٹھوکریں"۔ زمان لغاری نے بال اس کے کورٹ میں پھینکی تھی' مایام اپنا بیگ لے آئی تھی' زجاج لغاری نے خاموشی سے جیب میں سے والٹ' اے ٹی ایم اور کریڈٹ کارڈز' گاڑی کی چابی نکال کر ٹیبل پر رکھی تھی اور مایام کا ہاتھ تھام کر اس کا بیگ اٹھائے باہر کی جانب بڑھا تھا اور اندر آتا شبیر ہمدانی حیران رہ گیا۔

"زجاج! یہ سب کیا ہے' تو......"

"میرے باپ نے مجھے دولت اور محبت میں سے کسی ایک کو چننے کا کہا تھا اور میں محبت کی خاطر دولت کو ٹھکرا کر زمان لغاری کا دولت خانہ چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے جا رہا ہوں"۔ زجاج لغاری کہہ رہا تھا اور نورالعین روتی ہوئی اسے روکنے کو آگے بڑھی تھی مگر وہ نور اور شبیر کے روکنے کے باوجود باہر نکلتا چلا گیا تھا۔

"مام! پلیز زجاج کو روک لیں"۔ اس نے آخری کوشش کرنا چاہی تھی۔

"جا رہا ہے تو جانے دیں' اور اس گھر کا کوئی فرد زجاج سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا ورنہ اس کا بھی اس گھر میں آخری دن ہو گا"۔ زمان لغاری بے لچک لہجے میں عمارہ لغاری اور نورالعین سے کہتے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے اور زجاج لغاری مایام کا ہاتھ تھامے "لغاری ہاؤس" کی دہلیز عبور کر گیا تھا' نورالعین باہر کی جانب دوڑی تھی مگر عمارہ لغاری نے اسے روک لیا تھا' شبیر ایک نگاہ روتی ہوئی نورالعین پر ڈالتا باہر نکل گیا تھا۔

"زجاج! پاگل مت بن' تو اس وقت بھابی کو لے کر کہاں جائے گا' میری بات مان زجاج' میرے ساتھ گھر......"

"شمیر! جب میرے والدین نے نہیں سوچا کہ میں کہاں جاؤں گا تو تجھے بھی سوچنے کی ضرورت نہیں ہے' تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دے اب میں یہ طعنہ نہیں سن سکتا کہ پہلے باپ کے ٹکڑوں پر پلتا رہا اور پھر دوست کے......"

زجاج لغاری اس کی بات کاٹتا اس کا ہاتھ چھوڑ کر دکھ سے بولا تھا۔

"تجھے نہیں جانا تو ٹھیک ہے مت جا' بھابی کو میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں اور تو مجھے نہیں روک سکتا"۔ شمیر ہمدانی کے لہجے میں دوستی کا مان سا تھا۔

"ہم آپ کے ساتھ نہیں جا سکتے"۔ مدھم آنسوؤں میں بھیگی آواز پر ایک دوسرے سے اُلجھتے وہ دونوں بُری طرح چونکے تھے۔

"شمیر بھائی! ہم آپ کے ساتھ نہیں جا سکتے' انہوں نے اپنی پرتعیش زندگی کو ہماری خاطر ٹھکرا دیا اور جب یہ ہماری خاطر اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں تو ہم بھی...... ایک تو کیا بہت سے دن درات اِن کے مضبوط ساتھ کے سائے تلے سڑک پر بھی گزار سکتے ہیں' ہم دونوں ایک دوسرے کے دُکھ سکھ کے ساتھی ہیں اور عورت کا سائبان اینٹوں کی بنی چار دیواری سے نہیں اس کے سر کے سائیں سے بنتا ہے اور ہمارا سائبان تو ہمارے ساتھ ہے اور ہم سڑک پر رہنا گوارہ کر سکتے ہیں مگر ہمیں یہ منظور نہیں ہے کہ ان کا کوئی بھی دعویٰ جھوٹا پڑے"۔ ماہام دھیرے دھیرے مگر مضبوط لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"شمیر! دیکھا تو نے' ڈیڈی اور مام کو لگتا تھا کہ ماہام دولت کی کشش میں میرے جیون کا حصہ بنی ہے مگر اسے دھن دولت کی پروا نہیں ہے یہ تو میرے ساتھ سڑک پر رہنے کو بھی تیار ہے اور جس لڑکی کو میرے قول کی فکر ہے اُسے میں کیسے اور کیوں اپنی زندگی سے نکال دوں"۔ زجاج لغاری کے ہونٹوں پر بڑی دلکش سی مسکراہٹ ٹھہر گئی تھی۔

"زجاج! میں تیری بات سمجھ رہا ہوں مگر یار سڑک پر چلتے رہنے سے کچھ نہیں ہوگا اور تو کب تک ایسے بے سروسامانی میں زندگی بسر کرے گا' ہمیں کوئی لائحہ عمل تیار کرنا پڑے گا' ابھی تو میرے ساتھ گھر چل' ہم مل بیٹھ کر کچھ سوچ ہی لیں گے"۔ شمیر اُسے سمجھا بجھا کر اپنے گھر لے آیا تھا اس کے پیرنٹس آؤٹ آف سٹی تھے' ملازمہ چائے رکھ کر چلی گئی تھی جو یونہی پڑے پڑے ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

"زجاج! سب سے پہلی پرابلم گھر کی ہے' رینٹ پر گھر بہت آرام سے مل جائے گا مگر تو نہ میرے گھر رہنے کو تیار ہے اور نہ مجھ سے اُدھار رقم لینے کو راضی ہے' اب تو خود بتا خالی ہاتھ تو سب کچھ کیسے کر پائے گا"۔ شمیر اسے اپنی بات پر ڈٹے دیکھ کر کچھ عاجز آ گیا تھا۔

"بھابی! آپ ہی اسے کچھ سمجھائیں"۔ وہ خاموش بیٹھی ماہام کی جانب گھوما تھا۔

"ہمارے پاس کچھ رقم ہے' مسعود انکل کو بابا جان نے جو ڈپازٹ دیا تھا' ہمارے گھر چھوڑنے کے بعد انکل نے وہ ہمیں واپس کر دیا تھا اور ہمیں تو ضرورت نہ تھی اس لئے وہ پیسے ویسے کے ویسے ہمارے پاس رکھے ہیں اور ہم ان کی مدد سے کہیں بھی گھر......"

"پلیز بابا! اپنے پیسے تم اپنے پاس......"

"ہم آپ سے الگ تو نہیں ہیں' جو کچھ ہمارا ہے وہ آپ کا بھی تو ہے"۔ ماہام اس کی بات کاٹ کر جلدی سے بولی تھی۔

"زجاج! بھابی ٹھیک کہہ رہی ہیں' تجھے میری مدد لینے سے انکار ہے ناں تو ٹھیک ہے' تو مجھ سے پیسے نہ لے مگر تو اپنی بیوی سے تو لے ہی سکتا ہے"۔

"نہیں لے سکتا کیونکہ میرا فرض ہے کہ میں اسے آسائشات فراہم کروں نہ کہ میں اس سے وہ بھی لے لوں جو یہ اپنے باپ کے گھر سے لائی ہے"۔ زجاج لغاری ایک دم بہت تلخ ہو گیا تھا۔

"حد ہوتی ہے زجاج! میاں بیوی میں تیرا میرا نہیں ہوتا' دونوں دُکھ سکھ کے ساتھی ہوتے ہیں اور جو کچھ بھابی کا ہے اس پر تیرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا خود بھابی کا ہے اور تو اپنی "میں" سے نکل کر دیکھے گا تو بھابی سے کچھ لینے میں تجھے کوئی خرابی نظر نہیں آئے گی"۔ شمیر اس سے بھی زیادہ تیزی سے بولا تھا اور ان دونوں کے تیز لہجوں پر وہ باقاعدہ کانپنے لگی تھی اور بہت ڈرتے ڈرتے بولی تھی۔

"آپ ہم سے پیسے ادھار کے طور پر لے لیں' بے شک بعد میں ہمیں واپس کر دیجئے گا"۔ ماہام کے سہمے سہمے انداز پر زجاج لغاری کچھ ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ شمیر اسے کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا تھا۔

"پلیز بابا! چپ کر جاؤ' میں پہلے ہی پریشان ہوں"۔ وہ اُسے مستقل روتے دیکھ کر چیخا تھا اور وہ سہم کر بے آواز آنسو بہانے لگی تھی۔

"صاحب! کھانا لگ گیا ہے' چھوٹے صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔ ملازمہ اطلاع دے کر جا چکی تھی۔

"بابا! تمہیں میرے ہوتے ہوئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے' میرے ہاتھ پیر ابھی سلامت ہیں' کچھ بھی کروں گا مگر تمہارے لئے ایک چھت اور دو وقت کی روٹی کا انتظام کر ہی لوں گا' میرے ہوتے ہوئے تمہیں فاقوں کی نوبت نہیں آئے گی' اب جا کر فریش ہو جاؤ اور کھانا کھا لو اور پلیز یہ رونا دھونا بند کرو' رونے سے مسائل حل نہیں ہوتے"۔ زجاج لغاری اس کے آنسو صاف کرتا نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"آپ......"

"مجھے اس وقت بھوک نہیں ہے' تم جا کر کھا لو شمیر ویٹ کر رہا ہے اور ہاں تمہارے پاس جو پیسے ہیں وہ مجھے دے دینا' انہی کی مدد سے کہیں گھر کرائے پر لیتا ہوں اور بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی"۔ زجاج لغاری نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی بات مان لی تھی اور ماہام نے فوراً ہی بیگ کی زپ کھول کر پرس نکالا تھا اور 35 ہزار کی رقم اسے دے دی تھی۔

"بابا! میں تمہارے پیسے لینا تو نہیں چاہتا تھا مگر جانتا ہوں اب مجھے بہت سے ایسے کام بھی کرنے پڑیں گے جو میں کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا' مگر میں نے تم سے ادھار لیا ہے اور سب سے پہلے تمہارا اُدھار چکاؤں گا اگر میں کچھ بھی کرنے کے قابل ہو گیا"۔ زجاج لغاری لاؤنج سے باہر نکل گیا تھا' ساری رات اس نے سڑک پر اِدھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے گزار دی تھی۔

☆

زندگی بھی انسان کے ساتھ کیا کیا مذاق کرتی ہے' ایئر کنڈیشن اور ویل ڈیکوریٹڈ روم میں سونے والا' کبھی اٹھ کر پانی نہ پینے والا زجاج لغاری اب متوسط علاقے میں دو کمروں کے چھوٹے سے فلیٹ میں رہ رہا تھا' جہاں آسائشات نہ ہونے کے برابر تھیں' پرانا سا فرنیچر' ٹی وی' فریج کی سہولت سے محروم' صوفوں کے نام پر لکڑی کے پرانے سے صوفے تھے اور وہ یہاں لب سیئے رہنے پر مجبور تھا' اسے باپ کے گھر سے نکلے آٹھ دن ہو گئے تھے' ڈاکومنٹس اس کے پاس تھے نہیں اس لئے روز کسی فیکٹری میں نوکری کی خاطر جاتا اور دھکے کھا کر لوٹتا' گھر کا ایڈوانس اور کچن کی ضرورت کی

چیزیں (کیونکہ فرنیچر یعنی صوفہ بیڈ پہلے سے فلیٹ میں موجود تھا) خریدنے کے بعد اس کے پاس صرف دو ہزار بچے تھے اور ان آٹھ دنوں میں وہ بھی اس کے پاس نہ رہے تھے' 35 ہزار میں سے اس کی جیب میں اس وقت صرف 3 پانچ پانچ کے سکے بچے تھے۔ وہ صبح 10 بجے گھر سے نکلا تھا اور دھکے کھاتے کھاتے 6 بج گئے تھے اب ان چند روپوں میں اسے گھر بھی جانا تھا اور کچھ پکانے کے لئے بھی لے کر جانا تھا' کیونکہ سارا راشن جو وہ ڈلوا سکا تھا وہ ختم ہو گیا تھا' وہ سوچوں کے گرداب میں پھنسا چل رہا تھا' جبھی اس کی نگاہ گورنمنٹ اسپتال پر پڑی تھی اور وہ کچھ سوچتے ہوئے اس میں داخل ہو گیا تھا' یہ وہی اسپتال تھا جس میں 3 ماہ قبل وہ شمیم کے ساتھ آیا تھا اور جلد از جلد اس گندے ماحول سے نکل جانا چاہتا تھا اور اب ڈیڑھ گھنٹے سے لائن میں لگا اپنی باری آنے کا انتظار کر رہا تھا اور جب وہ باہر نکلا تھا اس کے ہاتھ میں آٹھ سو روپے تھے جنہیں دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر زخمی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''ڈیڈ! جس خون پر آپ کو بہت ناز تھا آج آپ کا بیٹا اسی خون کو چند روپوں کے لئے اپنے جسم سے نکال کر دینے پر مجبور ہو گیا''۔ زجاج لغاری نے دل ہی دل میں باپ کو مخاطب کیا تھا' زندگی کی تلخیاں زجاج لغاری پر دھیرے دھیرے کھل رہی تھیں اور وہ ان تلخیوں کو بہت خاموشی سے سہہ رہا تھا' وقت پَر لگا کر اُڑ رہا تھا' دیکھتے ہی دیکھتے دو ماہ گزر گئے تھے لیکن اُسے کوئی قابل ذکر کام نہیں مل سکا تھا' کسی دن پتھر توڑنے' کھدائی کرنے اور بجری اٹھانے کا کام مل جاتا وہ 50'60 روپے لے کر ہی گھر چلا جاتا اور جس دن اسے پتھر توڑنے کا کام بھی نہ ملتا اور اس کی خالی جیب اس کا منہ چڑا رہی ہوتی تو وہ ہاسپٹل کا رُخ کرتا' گزرے دو ماہ میں اُس نے جتنی محنت کی تھی اتنی محنت کا تو اس نے اپنی 27 سالہ زندگی میں تصور بھی نہ کیا تھا اور اس پر حد یہ تھی کہ پیسے کو پانی کی طرح بہانے والا چند سکوں کے لئے صرف دو ماہ میں خون کی 4 سے 5 بوتلیں فروخت کر چکا تھا اور نجانے ابھی زندگی اسے کب تک جھنی تھی۔

⋯⋯⋯☆⋯⋯⋯

''زجاج! یہ سب کیا ہے؟'' زجاج لغاری ابھی باہر سے آیا تھا' مایام نے روز کی طرح اسے دیکھتے ہی چائے چڑھا دی تھی اور وہ شاور لینے چلا گیا تھا اور جب مایام چائے کی ٹرے اٹھائے بیڈروم میں آئی تھی زجاج لغاری شرٹ پہن رہا تھا اور اس کی نگاہ زجاج لغاری کے ہاتھوں کی نسوں میں لگی ٹیپ اور اسٹیپلر پر پڑی تھیں اور وہ پوچھے بنا رہ نہیں سکی تھی۔

''کچھ نہیں ہے یار! بس......''

''کیسے کچھ نہیں ہے زجاج! آپ جو ہمیں روز پیسے لا کر دیتے ہیں وہ آپ کے خون کی قیمت ہوتی ہے اور ہم کتنے خود غرض ہیں کہ کبھی جان ہی نہیں سکے کہ آپ ہمارا پیٹ بھرنے کے لئے اپنا خون بیچ رہے ہیں''۔ مایام تو سوچ کر ہی لرز اٹھی تھی۔

''اونہوں...... روز نہیں یار! میں روز ایسا نہیں کرتا' بس کبھی کبھی''۔ زجاج لغاری ہلکے پھلکے انداز میں کہتا اس کے آنسو صاف کرنے لگا تھا مگر اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔

''زجاج! ہم بہت بُرے ہیں' ہماری وجہ سے آپ نے اپنا گھر چھوڑا اور آپ اس بوسیدہ سے گھر میں رہنے پر مجبور ہو گئے' ہم تو اتنے بُرے ہیں کہ اپنی بھوک مٹانے کے لئے آپ کے جسم سے خون تک نچوڑ رہے ہیں' ہم بہت بُرے ہیں مگر آپ سے ریکوئسٹ کرتے ہیں' پلیز آئندہ آپ......'' وہ اس کے ہاتھ تھامے بلکتے ہوئے کہتی لحظہ بھر کو رُکی تھی۔

''آپ وعدہ کریں زجاج! کہ اب آپ ایسا نہیں کریں گے' گزرے دنوں میں جس قدر آپ نے محنت کی ہے'



آپ نے ہم سے کبھی ذکر نہیں کیا' مگر آپ کی ہتھیلیوں پر پڑے چھالے اور جسم پر پڑے نشانات تو ہم سے نہیں چھپ سکے' آپ ہماری خاطر خود کو داؤ پر نہ لگائیں''۔ زجاج لغاری نے روتی ہوئی مایام کو اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔

''مجھے اپنی فکر نہیں ہے' میں تو تم سے اور تمہارے بابا سے شرمندہ ہوں' میں نے انکل سے تمہیں ایک اچھی زندگی دینے کا وعدہ کیا تھا اور جسے میں پورا نہ کر سکا''۔

''ہمیں کچھ نہیں چاہئے زجاج! صرف آپ کا ساتھ چاہئے' ہم آپ سے بہت محبت کرتے ہیں اور آپ کو کچھ ہو گیا تو ہم بھی جی نہیں پائیں گی''۔ وہ اس سے الگ ہوتی بہت تڑپ کر بولی تھی' زجاج لغاری پہلی دفعہ اس کے لبوں سے نکلتے خوشبو جیسے لفظوں کی بارش میں بھیگتا چلا گیا تھا اور اس کے ساتھ کے یقین کے ساتھ محبت کا اعتراف ساری کٹھنائیاں بھلا گیا تھا' آنے والی صبح ایک نئی امید لے کر آئی تھی کیونکہ اب تک وہ یکطرفہ محبت کی آگ میں جل رہا تھا اور آج اس کی شریک سفر نے اسے اپنی محبت کا یقین اور اپنا آپ سونپ دیا تھا' اس کی محبت اس کی پناہوں میں تھی اور اس سے بڑھ کر اس کے لئے کچھ نہ تھا۔

⋯⋯⋯☆⋯⋯⋯

''ارے...... آپ آج اتنی جلدی آ گئے''۔ مایام ڈور بند کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''کہو تو واپس چلا جاؤں' ایک ہم ہیں کہ ہمارا کہیں آپ بن دل نہیں لگتا اور ایک آپ ہیں جو شاید ہماری شکل سے بھی بے زار ہو گئی ہیں''۔ وہ دل پر ہاتھ رکھے ایک ادا سے کہتا مایام کو گڑبڑانے پر مجبور کر گیا تھا۔

''ہم یہ تو نہیں کہہ رہے تھے' آپ شام سے پہلے لوٹتے نہیں ہیں ناں اس لئے......''

''مایا! آج میں بہت خوش ہوں' جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ مجھے نوکری مل گئی ہے''۔ زجاج لغاری نے خوشی میں اسے کاندھے سے تھام کر گھما ڈالا تھا اور اس کی بات سن کر وہ بھی مسکرانے لگی تھی۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے' آپ جا کر شاور لے لیں' جب تک میں چائے بنا لوں''۔ وہ مسکراتے ہوئے کچن میں چلی گئی تھی' زجاج لغاری شوخ سی دھن سیٹی پر بجاتا اپنے روم کی جانب بڑھ گیا تھا' اسے کوئی بہت اچھی نوکری تو نہیں ملی تھی مگر پتھر اٹھانے اور کھدائی کرنے سے کہیں بہتر تھی' گارمنٹ فیکٹری تھی اور مال لوڈ کروانا تھا جس کے 6 ہزار ماہانہ ملنے تھے جو آج کل کے دور اور بڑھتی ہوئی مہنگائی کے حساب سے بہت کم تھے مگر اس نے رب کی ناشکری کرنا چھوڑ دی تھی' اس نے پہلے کبھی نماز نہیں پڑھی تھی' مگر اب مایام کی دیکھا دیکھی وہ نماز کا اہتمام کرنے لگا تھا' زندگی بہت سہل تو نہیں ہوئی تھی مگر شروع دنوں کی طرح کٹھنائیاں بھی نہ رہی تھیں' وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کم میں بھی خوش تھے اور رب کا شکر ادا کرتے نہیں جھکتے تھے' شمیم تو زجاج کے اس قدر بدل جانے پر حیران تھا' وہ اکثر ان سے ملنے آتا تھا' ایک دفعہ وہ نورالعین کو بھی لے کر آیا تھا مگر زمان لغاری اور عمارہ لغاری 6 ماہ کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی کچھ نرم نہیں پڑے تھے۔ انہوں نے بیٹے کے لئے گھر کے دروازے ابھی بھی بند نہیں کیے تھے مگر وہ اس گھر کی دہلیز عبور اس وقت کر سکتا تھا جب مایام کو ڈائیورس دے دیتا اور زجاج تو ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا' مگر اب اسے والدین یاد آتے تھے لیکن وہ ان کی شرط ہرگز بھی نہیں مان سکتا تھا۔

⋯⋯⋯☆⋯⋯⋯

''زجاج! ایک بات کہوں تو آپ مانیں گے؟'' بالکونی میں کھڑے زجاج کو اس نے مخاطب کیا تھا۔

''ایک تو کیا ہم آپ کی ہزار باتیں مانیں گے' آپ حکم تو کریں مغلیہ شہزادی صاحبہ''۔ زجاج لغاری جب بہت موڈ میں ہوتا تھا تو اس کا انداز تخاطب بدل جاتا تھا' اس وقت بھی وہ ایک ادا سے بولا تھا۔

''زجاج! ہم سوچ رہے تھے کیوں نہ ہم اپنا کوچنگ سینٹر کھول لیں''۔ وہ جھجکتے ہوئے بولی تھی جبکہ زجاج لغاری ہنستا چلا گیا تھا۔

''کیوں...... مذاق کرتی ہو مایا!'' ہنسی کے درمیان بولا تھا جبکہ اس نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔

''ہم مذاق نہیں کر رہے' ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنا......''

''اونہوں...... رہنے دو مایا! وہٹ از ناٹ پاسیبل' کچھ کرنے کے لئے میری بھولی وائف پیسے کی ضرورت ہوتی ہے اور جیسے ہماری گزر بسر ہو رہی ہے تم سے چھپا نہیں ہے' میں اب تک الماری اور فریج تک تو خریدنے کے قابل نہیں ہو سکا' کوچنگ سینٹر کیسے کھولوں گا' تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو''۔ زجاج لغاری بہت تلخ ہو گیا تھا۔

''کچھ بھی امپاسیبل نہیں ہوتا زجاج! انسان چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے اور ایسا آپ تو ثابت بھی کر چکے ہیں' جب آپ نے اپنا گھر چھوڑا تھا اس وقت کچھ بھی تو نہیں تھا اور آج بہت زیادہ نہیں گزارے لائق تو ہے اور آپ چاہیں تو جیسے اب تک اپنی محنت کے بل پر جو کمایا ہے آگے بھی اپنی ہی محنت کے بل پر اُسے وسعت دے دیں' ہم جانتے ہیں کوچنگ سینٹر کھولنا آسان نہیں ہے مگر ناممکن بھی تو نہیں ہے''۔ مایام نے اس کے سامنے ایک باکس رکھا تھا' زجاج حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا تھا مگر وہ اپنی بات پھر سے جاری کر چکی تھی۔

''زجاج! یہ ہمارے زیورات ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان کو بیچ کر کوچنگ......''

''بس کرو مایا! میں اب تک تمہیں کچھ بنا کر تو دے نہیں سکا اور تم چاہتی ہو کہ یہ بھی بیچ دوں''۔

''اس میں کیا برائی ہے زجاج! اور آپ ہمارے آرام کی خاطر اپنا خون بیچ سکتے ہیں مگر ہماری جیولری نہیں بیچ سکتے''۔ وہ پوچھ رہی تھی۔

''میں پہلے ہی تمہارا قرض دار ہوں مایا! مجھ پر اور بوجھ ڈال کر مجھے میری ہی نظروں سے مت گراؤ''۔ زجاج لغاری بے بسی سے کہہ رہا تھا۔

''زجاج! یہ جیولری بھی قرض سمجھ کر ہی لے لیں' کیونکہ ہمارا اصل سنگھار تو آپ کے دم سے ہے' یہ زیورات ہمارا سنگھار نہیں ہیں اور ہم کب تک انہیں اپنے سینے سے لگا کر رکھیں' یہ آپ کے کام آ جائیں گے تو اس سے بڑھ کر خوشی کی کیا بات ہوگی' ہم نے تو پہلے بھی صرف آپ کو پیسے دیئے تھے اور پیسہ ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا' محنت بھی تو کرنی پڑتی ہے اور اس جیولری سے بھی صرف پیسہ حاصل ہوگا محنت تو آپ کی ہی ہوگی''۔ مایام دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی اسے قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور وہ بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

اس نے کوچنگ سینٹر کھولنے کے لئے ایک مناسب جگہ دیکھ کر کام شروع کر دیا تھا اور مایام کی دعاؤں سے دیکھتے ہی دیکھتے کافی اسٹوڈنٹ آنے لگے تھے' ابھی اتنے وسائل نہیں تھے کہ وہ ٹیچر رکھتے دو تو وہ خود تھے اور ایک ٹیچر بھی رکھ لی تھی' دن رات کی محنت اور دعائیں رنگ لانے لگیں تھیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کوچنگ سینٹرز کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور ترقی کی راہیں خود بخود ہموار ہوتی چلی گئیں' دکھ کے بادلوں کی جگہ سکھ کی چھایا نے لے لی اور زندگی میں آسائشات آتی چلی گئیں تھیں۔

............☆............

''زجاج! آپ کب تک تیار ہو جائیں گے؟'' مایام تیسری بار کمرے میں آئی تھی اور اسے بدستور آئینہ کے سامنے کھڑے دیکھ کر جھنجلا گئی تھی۔

''مائی بیٹر ہاف! آئی ایم ریڈی''۔ زجاج نے شوخی سے کہتے ہوئے خود پر اسپرے کیا تھا اور کیپ لگاتے ہوئے



آئینے میں اس کا جھلملاتا عکس دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا' بلیک شیفون کی اوپن شرٹ اور چوڑی دار پاجامے میں ہم رنگ دوپٹہ شانوں پر سیٹ کیئے' کانوں میں آویزے' گلے میں گلوبند' ہاتھ میں کھنکتی کانچ کی چوڑیاں' ناک میں لشکارے مارتی ڈائمنڈ کی لونگ' لانبی سیاہ پلکیں' آئی لائنر مسکارا اور کاجل سے سجیں آنکھیں' خوبصورت ہونٹ ریڈ لپ اسٹک سے سجے اور پشت پر بکھری لمبی سیاہ گھٹائیں جو ہوا سے اُڑ کر اس کے صبیح چہرے کے گرد جھولتی اسے اور دلکش بنا رہی تھیں' زجاج لغاری کی تو نگاہ پلٹنا بھول گئی تھی۔

''زجاج! اب چلیں بھی' مہمان آنا شروع ہو گئے ہوں گے اور میزبانوں کی تیاریاں ہی ختم ہونے میں نہیں آ رہیں''۔ مایام خود پر سے اس کی توجہ ہٹانے کے لئے جلدی سے بولی تھی۔

''یو ڈونٹ وری جان! کبھی ایسا بھی تو ہونا چاہیے کہ میزبانوں کو مہمان ویلکم کریں''۔ زجاج لغاری نے مسکراتے ہوئے اس پر پرفیوم چھڑکا تھا اور وہ فوراً نا گواری سے سائیڈ میں ہو گئی تھی۔

''زجاج! آپ جانتے ہیں ہم پرفیوم نہیں لگاتے' پھر آپ نے ہم پر اسپرے کیوں کیا؟''

''تم دنیا کی پہلی عورت ہو گی مایا! جسے خوشبو لگانا پسند نہیں ہے''۔ زجاج لغاری نے شرارت سے کہتے ہوئے اس کے ماتھے پر جھولتی لٹ کو کان کے پیچھے کیا تھا۔

''شاید...... آپ بھول رہے ہیں مسٹر زجاج! روز شام کو خوشبو میں بسے اور کوئی نہیں ہم آپ کے منتظر ہوتے ہیں' یہ اور بات ہے کہ گھر سے نکلتے وقت ہمیں پرفیوم لگانا پسند نہیں ہے اور اسلام بھی تو عورت کو خوشبو لگا کر گھر سے نکلنے کو منع کرتا ہے اور ہم تو یہ سب بھی نہ کرتے مگر ایک آپ ہیں کہ ہماری سنتے ہی نہیں ہیں''۔ اس نے اپنے سنگھار کی جانب اشارہ کیا تھا۔

''اونہوں...... اتنی پیاری تو لگ رہی ہو فضول میں منہ نہ بناؤ اور یہ ہمارا شہزادہ کہاں ہے؟'' زجاج نے اپنے 4 سالہ بیٹے کے بارے میں پوچھا تھا۔

''بابا! ہم یاں (یہاں) ئیں (ہیں)''۔ پنک کلر کی بنارسی شیروانی' گلے میں ہم رنگ پٹکا' سفید پاجامہ اور کھسے پہنے وہ اپنی توتلی زبان میں بولا تھا۔

''یار! اسے تو ''میں'' بولنا سکھاؤ''۔ زجاج لغاری بیٹے کو گود میں لے کر پیار کرتے ہوئے اس سے بولا تھا۔

''ہم تو صرف ہماری مغلیہ شہزادی کے لبوں سے ہی نکلا اچھا لگتا ہے''۔ مایام کو نگاہ کے حصار میں لے کر بھرپور شوخی سے کہا گیا تھا۔

''ہم اپنے بیٹے کو جو سکھانا ہے وہ بعد میں سکھا دیں گے' آپ اس وقت تو صرف چلنے کی کریں''۔ مایام نے اس کے گھورنے کی پروا نہ کرتے ہوئے اسکارف جلدی سے سیٹ کیا تھا اور اس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔

''اس کے بغیر بھی بہت اچھی لگ رہی تھیں' لیکن...... اب زیادہ اچھی لگ رہی ہو''۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولتا وہ مایام کو حیران کر گیا تھا۔

''ابھی تو آپ ہمیں اسکارف پہننے سے منع کر رہے تھے''۔

''مذاق کر رہا تھا یار! اور میں نہیں چاہتا کہ کسی کی تم پر نظر بھی اٹھے' تم کو دیکھنا اور سراہنے کا حق صرف مجھے حاصل ہے اور تمہارا وہ روپ کس قدر قاتل تھا''۔

''سامنے دیکھ کر ڈرائیو کریں''۔ اس کے ٹوکنے پر وہ مسکرا کر رہ گیا تھا۔

پانچ سال کتنی جلد بیت گئے تھے' آج ان کے اکلوتے بیٹے کی چوتھی سالگرہ تھی جو زجاج لغاری نے شیرٹن میں

ارینج کی تھی پارٹی اپنے عروج پر تھی زجاج لغاری نے بیٹے کو گود میں اٹھا کر اُسے چھری پکڑائی تھی اور کینڈل پر پھونک مارنے کو کہا تھا ننھے شجاع نے پھونک ماری تھی کینڈل کی لو تل کھاتی ایک بار پھر روشنی بکھیرنے لگی تھی۔ مایام اور زجاج لغاری نے مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور پھونک مار کر ساری کینڈلز بجھا دیں تھیں' تالیوں کے شور میں ماں باپ کا ہاتھ تھامے شجاع لغاری نے کیک کاٹا تھا' مایام کو کیک کھلاتے ہوئے اس کی نگاہ کچھ فاصلے پر کھڑے دو لوگوں پر پڑی تھی اور اس کا ہاتھ ہوا میں رہ گیا تھا' مایام نے اس کی نگاہ کے تعاقب میں اپنی نگاہ دوڑائی تھی اور اس کی بھی حالت زجاج لغاری سے مشابہ تھی' زجاج نے ہاتھ میں پکڑا ایک پیس واپس رکھا تھا اور وہاں سے نکلنے کو تھا جب مایام نے اس کا ہاتھ تھام کر روک لیا تھا۔

''زجاج.....'' وہ اس پر ایک نگاہ ڈالتا ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھ گیا تھا۔

''زجاج! تو اس وقت کوئی بات نہیں کرے گا' یہ میرے مہمان ہیں''۔ شمیر راہ میں آ کر بولا تھا' اسے زجاج لغاری کا اس طرح جانا غصے کا سبب لگ رہا تھا۔ مگر وہ اس وقت حیران رہ گیا جب زجاج لغاری چلتے ہوئے اُن دو لوگوں کے پاس جا ٹھہرا اور وہ کچھ بھی کہے بنا زمان لغاری کے سینے سے جا لگا' مسٹر اینڈ مسز لغاری کو یہاں آنے سے پہلے نہیں پتا تھا کہ یہ ان کے اپنے پوتے کی برتھ ڈے پارٹی ہے' وہ دونوں زجاج لغاری کو پانچ سال بعد دیکھ کر حیران تھے اور گومگو کی کیفیت میں تھے مگر زجاج لغاری انہیں اس کیفیت سے نکالتا سینے سے لگ گیا تھا اور بیٹے کی فراخدلی نے زمان لغاری کی آنکھیں نم کر دیں تھیں' زجاج لغاری نم پلکوں کے ساتھ ماں سے ملا تھا' مگر اس نے اب تک کہا کچھ بھی نہیں تھا اور آگے بڑھ کر اس نے مایام کی گود سے شجاع کو لیا تھا اور عمارہ لغاری کی گود میں دے دیا تھا جسے عمارہ لغاری بے تابی و بے قراری سے چومنے لگی تھیں اور ان کے والہانہ پیار پر شجاع گھبرا کر رونے لگا تھا' زمان لغاری نے روتے ہوئے پوتے کو اپنی گود میں اٹھا لیا تھا اور ماتھا چومتے ہوئے اسے سینے سے لگایا تھا۔

تمام لوگ یہ سب حیرانگی و خوشی سے دیکھ رہے تھے' کچھ لوگ تو ایسے تھے جو جانتے تھے کہ زمان لغاری نے بیٹے کو عاق کر دیا تھا اور کچھ لوگ اس سب سے لاعلم تھے اور وہ سارے زجاج لغاری کے اسٹوڈنٹ اور فرینڈز (ٹیچرز) تھے۔ مایام کچھ فاصلے پر کھڑی آنسو بہا رہی تھی' اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ آگے بڑھتی۔ عمارہ لغاری نے اس کی جانب پیش قدمی کی تھی اور وہ ان کے سینے سے لگ گئی تھی' نور العین نے آگے بڑھ کر ان دونوں کو الگ کیا تھا۔ زمان لغاری نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر زجاج لغاری روک گیا تھا اور اب نے شمیر سے کھانا کھلوانے کو کہا تھا اور کھانے کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے ہال خالی ہو گیا تھا' بس وہ چھ لوگ خاموشی سے بیٹھے تھے اور اس خاموشی کو عمارہ لغاری کی آواز نے توڑا تھا۔

''زجاج! مجھے معاف.....''

''نہیں مام! اس سب کی ضرورت نہیں ہے' میں تو بہت خوش ہوں کہ آج چار سال بعد میرے بیٹے کو اس کے دادا' دادی کی محبت کا سایہ نصیب ہوا ہے' میں ناراض تھا آپ سے مام مگر آپ میرے بیٹے کی سالگرہ میں آ گئیں تو میری ناراضی خود بخود ختم ہو گئی' مگر یہ اور بات ہے کہ اس میں پانچ سال لگ گئے''۔ زجاج لغاری کے لہجے میں دکھوں کی آنچ سی تھی۔

''ہم بہت خود غرض ہو گئے تھے' دولت کے لالچ اور ضد و انا نے اندھا کر دیا تھا اور میں نے اپنی انا کی بھینٹ اپنے بیٹے کو چڑھا دیا' اسے گھر سے نکال کر اپنے گھر کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے اور ایسا کرتے ایک پل کے لئے بھی کچھ نہیں سوچا''۔



''پلیز ڈیڈ! جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا' آپ نے محبت کرنے کی مجھے بہت بڑی سزا دی تھی' لیکن ڈیڈ! گزری باتوں کو دہرانے سے تو کچھ حاصل نہیں ہو گا اور میں تو آپ کا احسان مند ہوں ڈیڈ' کیونکہ آپ سے بچھڑ کر ہی تو میں نے جانا کہ زندگی اتنی آسان نہیں ہے' راستے میں ہر جگہ کانٹے بکھرے پڑے تھے اور میں تو آپ کی انگلی تھام کر چلتا تھا' بارہا میرے قدم ڈگمگائے مگر میں رکا نہیں' میں نے ان ہاتھوں سے ڈیڈ' جن سے کبھی اپنے لئے پانی تک نہیں بھرا تھا' ان ہی ہاتھوں سے پتھر توڑے' اینٹیں اٹھائیں' آپ کہتے تھے ناں ڈیڈ کہ میں آپ بن کچھ بھی نہیں ہوں' میں واقعی آپ کے بغیر خاک ہو گیا تھا' دو وقت کی روٹی کے مجھے لالے پڑے ہوئے تھے اور میں نے اپنا اور اپنی بیوی کا پیٹ بھرنے کے لئے خون تک بیچا' جتنے بھی دکھ میں نے اٹھائے' کبھی میری آنکھ نم نہیں ہوئی' مگر جب جب میں نے آپ کو اور مام کو یاد کیا خون کے آنسو رویا' کیوں' کیوں آپ نے مجھے میرے ہی گھر سے نکال دیا اور مام آپ نے بھی مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی اور نہ پلٹ کر کبھی دیکھا کہ میں زندہ ہوں یا مر گیا''۔ وہ بالکل بچوں کی طرح روتے ہوئے اُن سے شکوہ کر رہا تھا۔

''مجھے معاف کر دے بیٹا! گزرے پانچ سالوں میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا کہ تجھے میں نے اور تیرے ڈیڈ نے یاد نہ کیا ہو' مگر...... ہم اپنی انا کے خول میں بند تھے' ہم چاہتے تھے کہ ہمارا بیٹا خود چل کر ہمارے پاس آ جائے اور ہم نے یہی آس میں پانچ سال گزار دیئے''۔ عمارہ لغاری اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لئے دلگرفتگی سے کہہ رہی تھیں۔

''میں تو آنا چاہتا تھا مام! مگر آپ کی شرط میرے قدم روک لیتی تھی اور جب میں واقعی کچھ بن گیا تب میرے قدم ڈیڈ کے دعوئی نے جکڑ لئے' کیونکہ مام میری یہ کامیابی میرے دعوئی کو پورا کرتی تو ڈیڈ کا دعوئی چکنا چور ہو جاتا اور میں کیسے آپ کی طرف پلٹتا' بیٹے کی کامیابی میں باپ کی ناکامی چھپی ہوئی تھی اور میں اپنے ڈیڈ کو ہارا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا' اس لئے میرے قدم ''لغاری ہاؤس'' کی دہلیز عبور کرنے کی خود میں ہمت پیدا نہ کر سکے''۔ زمان لغاری نے آگے بڑھ کر بیٹے کو گلے سے لگا لیا تھا اور اشارے سے مایام کو بلایا تھا تو وہ جھجکتے ہوئے ان کے پاس آ گئی تھی اور زمان لغاری کا ہاتھ اس کے سر پر ٹھہر گیا تھا۔ زندگی سہل بھی ہے اور بہت کٹھن بھی' بعض دفعہ ماں باپ جیسی محبتوں میں گندھی ہستیاں اور خون کے رشتے انا و خود غرضی کی نظر ہو جاتے ہیں' دلوں میں محبت اور لبوں پر نفرت کے ترانے ہوتے ہیں مگر خون کے رشتے تو اَن مٹ ہوتے ہیں' دوریاں کتنی ہی کیوں نہ بڑھ جائیں مگر ایک دن فاصلے سمٹ ہی جاتے ہیں' کیونکہ زندگی اسی کا نام ہے' کبھی ملن تو کبھی جدائی' مگر اولاد اور والدین کا رشتہ ایسا ہوتا ہے کہ غلط فہمیاں اور ضد و انا وقتی جدائی لے آتی ہے مگر آخر ملن ہی مقدر ہوتا ہے اور وہ سب ایک ساتھ کھڑے ہنستے مسکراتے بالکل ایسے لگ رہے تھے جیسے ان کے درمیان پانچ سال کی دوری آئی ہی نہ ہو۔

''بابا! آپ چپ (سب) تیوں (کیوں) لو رہے ئیں (رو رہے ہیں)؟ اور یہ تون ئیں (کون ہیں)؟'' شجاع لغاری کی خوبصورت آنکھوں میں حیرت اور پریشانی سی تھی اور وہ سب مسکرانے لگے تھے اس کے توتلے انداز کے اوپر' زجاج لغاری نے اسے گود میں اٹھا لیا تھا۔

''بیٹا! یہ آپ کے دادا ابو اور دادی ماں ہیں''۔ مسکراتے ہوئے بتایا تھا۔

''ماما! بابا یچ تے رہے ئیں (کہہ رہے ہیں)؟'' اس نے ماں سے پوچھا تھا کیونکہ وہ کچھ بے یقین تھا۔ زمان لغاری نے پوتے کو گود میں لے لیا تھا اور وہ اسے پیار کرنے لگے تھے' اور وہ سب مطمئن ہو کر مسکرا دیئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆